سوانح عمری

امیر تیمور و حمیدہ بانو بیگم

جسکو

امراؤ مرزا صاحب حیرت دہلوی نے تالیف کیا

اور بعد دینے حق تالیف

میو پریس دہلی محلہ پیپل مہادیو میں باہتمام

منشی بلاقیداس مالک مطبع

شائع ہوئی

نمبر ۲ سنہ ۱۸۹۸ع

سوانح عمری

تیمور یا تمر لنگ ابن امیر طراغان

یہہ اولوالعزم شہنشاہ جو سکندر ثانی کہلاتا ہے شہوکش کی پیدائش ہے جو ماوراء النہر کا ایک سرسبز شہر ہے - سمرقند سے بہت ہی قریب ہے - ایک خچر پر آدمی بآرام ایک دو دن میں پہونچ سکتا ہے - ماہ شعبان ۲۵ تاریخ ۷۳۶ھ ہجری میں پیدا ہوا - دنیا مین کسی مہذب اور شائستہ ملک کی ایسی زبان نہیں ہے کہ جس مین اختصار کے طور پر یا تفصیلوار تیمور کے حالات نہ درج ہوں بعض تیز طبع مورخوں نے سکندر اعظم کی فتوحات کا اس سے مقابلہ کیا ہے بعض نے مساوی ٹھیرایا ہے - بعض نے بڑھا دیا ہے اور بعض نے کم درجہ کا ثابت کیا ہے غرض کچھہ ہو چاہے تیمور نے سکندر اعظم سے فتوحات کم ہی کیوں نہ کی ہوں لیکن پھر بھی یہہ شہنشاہ اپنی شجاعت عالی عزمی میں سب سے بڑھا ہوا ہے سکندر کے فوج نے پنجاب سے آگے بڑھنے پر انکار کر دیا تھا مگر کبھی ایسا نہین ہوا کہ اسکی فوج نے کبھی ذرا جی چرایا ہو - سکندر نے کئی برس میں ایک ثلث ہندوستان بھی فتح نہیں کیا تھا مگر یہہ اولوالعزم سلطان اپنے ارادہ کا پورا چھہ مہینے میں ہندوستان پر قبضہ پورا کر کے چلا گیا -

ہمیں یہاں یہ نہیں لکھنا ہے کہ تیمور میں اور سکندر اعظم میں کیا بل تھا صرف یہ لکھنا ہے کہ تیمور نے اپنے زمانہ سلطنت میں کیا کیا اور اسکی طبیعت کی کیا کیفیت تھی -

تاریخ تیموری والہ (زبان عربی میں) نہایت سختی سے لکھتا ہے اور بڑے گرم گرم الفاظ اسنے اپنی عربیہ تاریخ میں نقل کئے ہیں جن کو ہم بجنسہ درج ذیل کرتے ہین -

وہ لکھتا ہے کہ جب تیمور پیدا ہوا ہے تو اسکی ماں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پرند آسمان کی طرف سے اترا ہے اسکے منہ سے شعلے نکلتے ہیں اور وہ خون برساتا ہے -

چاروں طرف دنیا میں خون ہی خون کے دریا بہ رہے ہیں اور ایک آفت بپا ہے اسکی تعبیر یہہ ہوئی کہ حضرتِ تیمور پیدا ہوئے اور اُنھوں نے زمانہ کو زیر و زبر کر ڈالا اور چاروں طرف خون کے دریا بہا دیئے ۔ یہی تاریخ والا لکھتا ہے کہ وہ چور تھا یعنی فقال بعضھم یکون شرطیًا ۔ پھر وہ تحریر کرتا ہے قال قوم بل قصابًا سقاکًا یعنی بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ قصائی قتل کرنے والا تھا وکان ھو ابوہ من الفدادین یعنی اس کا باپ چرانے والا تھا ومن طائفۃ اوشاب لاعقل لھم ولا دین یعنی وہ اس گروہ میں تھا کہ جو دین و عقل کو نہیں جانتے اور ان پر دین و عقل کا پرچھاواں تک بھی نہیں پڑتا ۔ وقیل کان من الحشم الرجالۃ یعنی بعض کہتے ہیں کہ وہ پیدلوں میں نوکر تھا والاوباش البطالۃ اور وہ اوباش بیہودہ گو تھا وقیل کان ابوہ اسکافًا فقیرًا جدًا یعنی بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ یقینًا کفش گر تھا ۔ یوں ہی اُسنے اپنی تاریخ میں بہت سے اقوال نقل کیئے ہیں اور وہ پھر آگے جاکر لکھتا ہے کہ یہ چنگیز خاں کی اولاد میں سے ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ اس کا چنگیز خان سے آزار بندی رشتہ تھا یعنی عورتوں کی طرف سے پھر وہ تحریر کرتا ہے کہ ایک دن اسنے ایک بکری چرالی اور جھاڑیوں میں سے لیکر بھاگا چرواہے نے یہہ دیکھکر ایک تیر رسید کیا تیر کھاتے ہی یہہ گرا اور ٹانگ ٹوٹ گئی ۔ اور سلطان حسین کے ہاں قید کیا گیا ۔ مگر یہ ساری باتیں غلط ہیں وجہ یہہ ہے کہ یہی تاریخ سے اسکا پتہ نہیں لگتا ۔ تاریخ تیموری کا مصنف امیر تیمور کا جانی دشمن تھا اسلئے کہ اسکی گستاخی اور بار بار کی بے ادبی سے امیر نے اسے قتل کا حکم دیا تھا مگر جب یہ فرار ہو گیا تو امیر تیمور نے غصہ میں اس کا گھر جلا دیا ۔ یہ تحقیق ہے کہ تیمور چنگیز خان کی نسل میں سے ہے اور ایک امیرزادہ ہے ۔ گو جب یہ پیدا ہوا ہے تو کسی سلطنت کا مالک نہ تھا لیکن ہاں عظیم الشان سلطان حسین نامی کی فوج کا سپہ سالار تھا ۔ حسین کا دار الخلافہ بلخ میں تھا جو بلاد خراسان میں سے ایک شہر ہے اسکی حکومت اطراف ترکستان میں ماوراء النہر تک پھیلی ہوئی تھی بعض مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ امیر تیمور کا باپ جلادوں میں حسین کے پاس نوکر تھا ۔ مگر تاریخ بدیعی المنتخب والا لکھتا ہے کہ یہ سلطان حسین کے ہاں اعلیٰ درجہ کا ملازم تھا اور وزراء کی جماعت میں اوسی کا اول نمبر تھا ۔ حسین کی سلطنت میں بغاوت پھیلی تیمور کے لیئے اکسیر ہوئی ماوراء النہر میں غدر ہو گیا

سوانح عمری

تیمور یا تمر لنگ ابن امیر طراغان

یہ اولوالعزم شہنشاہ جو سکندر ثانی کہلاتا ہے شہو کش کی پیدائش ہے جو ماوراء النہر کا ایک سر سبز شہر ہے - سمرقند سے بہت ہی قریب ہے - ایک خچر پر آدمی بآرام ایک دو دن میں پہونچ سکتا ہے - ماہ شعبان ۲۵ تاریخ سنہ ۷۳۶ ہجری میں پیدا ہوا - دنیا مین کسی مہذب اور شائستہ ملک کی ایسی زبان نہیں ہے کہ جس مین اختصار کے طور پر یا تفصیلوار تیمور کے حالات نہ درج ہوں بعض تیز طبع مورخوں نے سکندر اعظم کی فتوحات کا اس سے مقابلہ کیا ہے بعض نے مساوی ٹھیرایا ہے - بعض نے بڑھا دیا ہے اور بعض نے کم درجہ کا ثابت کیا ہے غرض کچھہ ہو چاہے تیمور نے سکندر اعظم سے فتوحات کم ہی کیوں نہ کی ہوں لیکن پھر بھی یہہ شہنشاہ اپنی شجاعت عالی عزمی میں سب سے بڑھا ہوا ہے سکندر کے فوج نے پنجاب سے آگے بڑھنے پر انکار کر دیا تھا مگر کبھی ایسا نہین ہوا کہ اسکی فوج نے کبھی ذرا جی چرایا ہو - سکندر نے کئی برس میں ایک ثلث ہندوستان بھی فتح نہیں کیا تھا مگر یہہ اولوالعزم سلطان اپنے ارادہ کا پورا چھہ مہینے میں ہندوستان پر قبضہ پورا کر کے چلا گیا -

ہمیں یہاں یہ نہیں لکھنا ہے کہ تیمور میں اور سکندر اعظم میں کیا بُل تھا صرف یہ لکھنا ہے کہ تیمور نے اپنے زمانہ سلطنت میں کیا کیا اور اسکی طبیعت کی کیا کیفیت تھی -

تاریخ تیموری والہ (زبان عربی میں) نہایت سختی سے لکھتا ہے اور بڑے گرم گرم الفاظ اسنے اپنی عربیہ تاریخ میں نقل کئے ہیں جن کو ہم بجنسہ درج ذیل کرتے ہین -

وہ لکھتا ہے کہ جب تیمور پیدا ہوا ہے تو اسکی ماں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پرند آسمان کی طرف سے اُترا ہے اُسکے منہ سے شعلے نکلتے ہیں اور وہ خون برساتا ہے -

چاروں طرف دنیا میں خون ہی خون کے دریا بہ رہے ہیں اور ایک آفت بپا ہے اسکی تعبیر یہ ہوئی کہ حضرت تیمور پیدا ہوئے اور انھوں نے زمانہ کو زیر وزبر کر ڈالا اور چاروں طرف خون کے دریا بہا دیئے۔ یہی تاریخ والا لکھتا ہے کہ وہ چور تھا یعنی فقال بعضھم یکون شراطیا۔ پھر وہ تحریر کرتا ہے قال قوم بل قصابا سقاکا یعنی بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ قصائی قتل کرنے والا تھا وکان ھو ابوہ من الغد ادین یعنی اسکا باپ چرانے والا تھا ومن طائفۃ اوشاب لاعقل لھم ولا دین یعنی وہ اس گروہ میں تھا کہ جو دین وعقل کو نہیں جانتے اور ان پر دین وعقل کا پرچھاواں تک بھی نہیں پڑتا۔ وقیل کان من الحشم الدجالۃ یعنی بعض کہتے ہیں کہ وہ پیدلوں میں نوکر تھا والاوباش البطالۃ اور وہ اوباش بیہودہ گو تھا وقیل کان ابوہ اسکافا فقیرا جدا یعنی بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ یقینا کفش گر تھا۔ یوں ہی اسنے اپنی تاریخ میں بہت سے اقوال نقل کیئے ہیں اور وہ پھر آگے جاکر لکھتا ہے کہ یہ چنگیز خاں کی اولاد میں سے ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ اس کا چنگیز خان سے ازار بندی رشتہ تھا یعنی عورتوں کی طرف سے پھر وہ تحریر کرتا ہے کہ ایک دن اسنے ایک بکری چرائی اور جھاڑیوں میں سے لیکر بھاگا چرواہے نے یہ دیکھکر ایک تیر رسید کیا تیر کھاتے ہی یہ گرا ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اور سلطان حسین کے ہاں قید کیا گیا۔ مگر یہ ساری باتیں غلط ہیں وجہ یہ ہے کہ کسی تاریخ سے اسکا پتہ نہیں لگتا۔ تاریخ تیموری کا مصنف امیر تیمور کا جانی دشمن تھا اسلئے کہ اسکی گستاخی اور بار بار کی بےادبی سے امیر نے اسے قتل کا حکم دیا تھا مگر جب یہ فرار ہوگیا تو امیر تیمور نے غصہ میں اس کا گھر جلا دیا۔ یہ تحقیق ہے کہ تیمور چنگیز خان کی نسل میں سے ہے اور ایک امیرزادہ ہے۔ گو جب یہ پیدا ہوا ہے تو کسی سلطنت کا مالک نہ تھا لیکن ہاں عظیم الشان سلطان حسین نامی کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ حسین کا دارالخلافہ بلخ میں تھا جو بلاد خراسان میں سے ایک شہر ہے اسکی حکومت اطراف ترکستان میں ماوراء النہر تک پھیلی ہوئی تھی بعض مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ امیر تیمور کا باپ جلادوں میں حسین کے پاس نوکر تھا۔ مگر تاریخ یدیعی المنتخب والا لکھتا ہے کہ یہ سلطان حسین کے ہاں اعلیٰ درجہ کا ملازم تھا اور وزرا کی جماعت میں اوسی کا اول نمبر تھا۔ حسین کی سلطنت میں بغاوت پھیلی تیمور کے لیئے اکسیر ہوئی ماوراء النہر میں غدر ہوگیا

تیمور ایک معقول فوج کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا اسنے باغیوں کے ٹکڑے اوڑا دیئے
جب باغیوں کے ملک پر قبضہ کر لیا تو ادھر حسین کا انتقال ہو گیا اس کا بیٹا جوں ہی
تخت پر بیٹھا اسنے تیمور کے نام فوراً پیغام بھیجا کہ حاضر خدمت ہو بھلا کیونکر ممکن
ہو سکتا ہے کہ جب بھوکھے شیر کے منہ میں لقمہ آجائے اور وہ اُسے چھوڑ دے
تیمور نے صاف جواب دیا کہ یہ سلطنت میں نے آپ باغیوں سے چھینی ہے چونکہ
آپ کا کوئی حق نہیں آپ مجھ سے نہیں لے سکتے۔ کئی بار کی عظیم الشان جنگوں کے
بعد حسین کے لڑکے کو اس اولوالعزم بہادر سپاہی نے شکست دی اور اب نمبروار
ملک اسکے ہاتھ آنے لگے۔ جب ابھی اسے کچھ عظمت حاصل نہیں تھی تو شیخ زین الدین
الخوافی نے تیمور کو صلاح دی کہ تم چل کر حضرت شمس الدین سے برکت حاصل کرو
یہ اپنے نئے مصاحبین کے ہمراہ شیخ موصوف کے پاس گیا اور خاموش کھڑا رہا۔
شمس الدین نے ایک نظر اُٹھا کر دیکھا اور کہا کہ تیرے ہاتھ سے بہت سے ملک زیر و زبر
ہوں گے اور تو بندگان خدا کی خونریزی کریگا۔
ایک مورخ کا قول ہے کہ امیر تیمور نے حسین اپنے آقا کو قتل کر کے اسکی سلطنت پر قبضہ کر لیا
تھا اور یہ واقعہ ۷۷۱ھ ہجری میں وقوع ہوا تیمور کے مصاحب جو اول نمبر کے چالاک
دوربین اور چلتے پرزے تھے ان کے نام تاریخ تیموری والے نے لکھے ہیں مثلاً عباس
جہاں شاہ۔ تماری۔ سلیمان شاہ۔ جاکو۔ سیف الدین۔ یوں ہی پورے چالیس
آدمی تھے جو ہر طرح کی تدبیر اور چال میں ایک ایک سے زیادہ تھا۔ یہ موقع پر ہر ہر قسم کے
کام دیتے تھے۔ کوئی مخبر بنجاتا تھا اور کوئی تاجر کوئی سپاہی کوئی سائیس کوئی فقیر
سینکڑوں صورتیں بدل لینی ان کے آگے کوئی بات ہی نہ تھی اور یہ وہ لوگ تھے
کہ جو امیر تیمور کے ساتھ کے کھیلتے ہوئے تھے۔ جب امیر تیمور بچہ تھا تو اپنے ان دوستوں
سے جو آئندہ اسکے وزیر ہوئے یہ کہا کرتا تھا اگر میں کبھی سلطان ہو گیا تو تم میرے
وزیر ہو گے یہ اقرار کر لیتے تھے کہ ہم تمہارے ضرور وزیر بنیں گے مگر تھوڑے دیر کے
بعد پھر چانٹا چٹول اُڑنے لگتی اور یہ بات مضحکہ میں اُڑ جاتی تھی۔
ان وزیروں نے جن کا ذکر ہم کر رہے ہیں تیمور کا وفاداری اور جان نثاری سے ساتھ
دیا اور ہر جگہ اسکی ترقی پر جان لڑا دی جب تیمور نے اپنی برہنہ تلوار پہلے پہلے ماوراء النہر

پر دراز کی ہے تو یہ چالیسوں وزیر جن میں سے چار کا نام اوپر درج کیا گیا ہے اس کے بہت کام آئے تھے۔ تیمور خود بھی زبردست اور مستقل ارادہ کا شخص تھا خوب سوچ سمجھکر ایک ایک کام کیا کرتا تھا اور جب ماوراء النہر کی فتح میں اسنے خوب مردانگی دکھائی اور اپنے ہمعصر بادشاہوں پر یہ ثابت کردیا کہ ایک چوتھائی دنیا پر قبضہ کرنے کی قابلیت فطرت نے مجھے عطا کی ہے۔ ماوراء النہر میں تیمور نے خوب قتل و غارت کی لاکھوں کو قتل کرڈالا اور صدہا گھروں کو بقول تاریخ تیموری جڑ سے اوکھیڑ کر پھینک دیا۔ جب یہ شہر پورے قبضہ میں آچکے تو جیحوں سے اُتر کر خراسان کے ممالک کی طرف رُخ کیا پہلے توجہ اسکی سجستان کی طرف ہوئی جس کا پہلے فتح کرلینا اسکے لئے ضرور تھا۔ ماخان میں ایک بہت بڑی خونریزی ہوئی اور ایک عظیم الشان جنگ سے سارا جنگل سُرخ ہوگیا غرض یہ سب طرف سے فارغ ہوگیا تو ہندوستان کی مقناطیسی ہوائیں فطرتی طور پر تیمور کا دل اپنی طرف کھینچنے لگیں تیمور چونکہ تُرک تھا اسلئے وہ اپنا حق سمجھتا تھا کہ میں ہندوستان فتح کروں وہ کہا کرتا تھا کہ خدا نے مجھے اسلئے پیدا کیا ہے کہ میں دنیا کی شوکت اور عظمت کا مالک تُرک کو بنادوں۔ ہندوستان کی دولت جسکا چسکا تعلق کسری ہو اس سے تیمور کے مُنہ میں بھی پانی بھر آیا اور وہ ایک عظیم الشان لشکر سے ہند پر حملہ آور ہوا۔

الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ ہند صفحہ ۴۱۱ میں تحریر کرتے ہیں کہ گو تیمور کی فتوحات کی وسعت کچھ کم نہ تھی مگر چنگیز خاں کے برابر اسکی فتوحات نے ہاتھ پیر نہیں پھیلائے۔ پھر بھی جس سختی سے اسنے فتوحات کی ہیں وہ سکندر کی فتحوں سے زیادہ سخت ہیں۔ تیمور اگرچہ پیدائشی ایک تُرک تھا اور مہذب مُلک میں پیدا ہوا تھا جہاں اسکا خاندان پوری دو صدی سے بستا تھا لیکن پھر بھی جنگ میں اسکا مزاج بڑا خونخوار اور وحشیانہ تھا۔ لاکھوں کو دم میں قتل کرڈالنا اور ہزاروں گھروں کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ دینا یہ اسکے بائیں ہاتھ کا داؤں تھا۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں کہ اگر تیمور ان ملکوں کو جنپر وہ اپنا قبضہ کرلیتا تھا اپنے ہی قبضہ میں رہنے دیتا تو بیشک اسکی سلطنت عجیب و غریب وسیع ہوجاتی لیکن اسکا قاعدہ تھا کہ ادھر شہر کو فتح کیا اور ادھر پھر اُسکا کچھ خیال نہ کیا اسی سبب سے یہ ہوا کہ جب اسکے جانشین ہوئے ہیں تو ان کے قبضہ میں بہت ہی کم مُلک آسکے اور وہ چھوٹے چھوٹے صوبوں کے حکمراں رہے۔

پہلے اس سے کہ وہ اپنی عنان توجہ ہندوستان کی طرف پھیرے اسنے مفصلہ ذیل ملک جلد جلد فتح کر لئے تھے ۔ فارس ۔ ٹرنیسوزینیا ۔ تاتاری ۔ جارجیا ۔ میسوپوتیمیا ۔ روس کے کل حصے سائبیریا یہ ملک بظاہر سخت معلوم ہوئے تھے لیکن جب تیمور کی تلوار چمکی تو بہت جلد ان ممالک میں تیموری فتح کا جھنڈا فرّاٹے بھرنے لگا ۔ تیمور نے جب ہند پر حملہ کیا ہی تو سیاہ پوش کافروں کے ممالک کو زیر و زبر کرتا ہوا انڈس پر آیا تھا ۔ اسکی کیفیت کتاب پرائس جلد ۳ صفحہ ۲۱۹ میں بخوبی درج ہے ۔ سیاہ پوش کافروں کے ممالک کو فتح کر کے وہ امیر اخوند کی طرف بڑھا اس پہاڑی سلطنت کا بھی جلتا ہوا چراغ تیمور کی تیز فوجی ہوا سے بجھ گیا ۔ پیر محمد نبیرۂ امیر تیمور پسر جلال الدین میراں شاہ (ایک جشن سے تھا) سلیمان پہاڑوں میں افغانوں کو شکست دیکر راہ اٹک سے انڈس کو عبور کرتا ہوا ملتان پر آدھمکا اور فوراً اس کا محاصرہ کر لیا (یہ واقعہ یعنی حملہ تیموری ۱۳۹۸ء مطابق ۸۰۰ھ ہجری میں ہوا) چھ مہینے تک پیر محمد محاصرہ کئے رہا ۔ اس عرصہ میں تیمور کابل کی راہ سے ہندوکش سے گذر کر اس شہر کو ماہ اگست میں چھوڑا اور پھر سیدھا ہریوب اور بنوں ہوتا ہوا دین کوٹ (جو انڈس پر آباد ہے) پھر آیا ۔ انڈس سے یہ سرکنڈے اور بانسوں کا پل باندھکر گذرا اور ہدسیس میں ہو کر سفر کیا ۔ اور یہاں تولمبا میں پہونچا تولمبا سے اسنے بہت کچھ ڈھونڈنا چاہا مگر اسقدر نہو سکا اسلئے تیمور کی فوج نے تمام تولمبا کے باشندوں کو قتل کر ڈالا اور انہیں نہایت بیرحمی سے مارا ۔ لطف یہ ہی کہ بغیر تیمور کے حکم کے قتل ہوا ۔ اس عرصہ میں میر محمد نے محاصرہ سے ملتان فتح کر لیا پھر مینہ شروع ہو گیا ۔ میر محمد آگے نہ بڑھ سکا اور شہر میں محفوظ ہو کر بیٹھ رہا ۔ ۲ اکتوبر ۱۳۹۵ء میں جب تیمور ملتان پہونچا ہی تو پیر محمد ملتان سے نکل گارا یا ستلج پر تیمور سے آکر مل گیا ۔

پھر یہاں سے تیمور ایک شاندار لشکر لیکر اوجودن پر آیا یہاں کسی نے اسکا مقابلہ نہیں کیا اور سیدھا یہاں سے بھٹنیر روانہ ہوا جب بھٹنیر والوں نے تیمور کو دیکھا کہ یہ آندھی اور مینہ کی طرح لپکا چلا آرہا ہی انہوں نے اپنے شہر کی دیواروں کے پیچھے پناہ لی مگر بھلا تیمور کی تلوار سے پناہ کب ملتی تھی وہ سب بیچارے قتل کر دئیے گئے پہلے تیمور نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا تھا اور یہ محاصرہ نومبر ۱۳۹۸ء کو ہوا ۔

تیمور کا ارادہ پہلے قتل عام کرنیکا نہیں تھا لیکن شہر والوں کی تھوڑی سی غلطی پر علاوہ قتل عام کے تیمور نے شہر میں آگ لگادی۔

پھر یہاں سے سامانہ روانہ ہوا اور یہاں وہ اپنے عظیم الشان لشکر سے ملحق ہوا جو برابر قتل و غارت کرتا ہوا یہاں پہونچا تھا سامانہ میں قتل عام نہیں ہوا مگر یہاں یہاں سے بے تعداد قیدی لیکر تیمور سیدھا دہلی کی طرف بڑھا۔ دہلی پہونچکر اسنے سب کو قتل کر ڈالا مسلمان مورخ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ سے یہ قیدی کم نہ تھے۔ پندرہ برس تک کا بچہ نہیں بچا تھا۔ دہلی کا لشکر جو تعداد میں بھی کم تھا اور ایسا شائستہ اور خونخوار بھی نتھا کہ جیسی تیموری فوج اسنے مقابلہ کرتے ہی بار بار شکستہ کھائی تو محمود تغلق گجرات کی جانب بھاگ گیا۔ تیمور شہر میں آیا اور اسنے بقاے امن و حفاظت کا مستحکم وعدہ کیا اور ۱۷ دسمبر ۱۳۹۸ع کو تیمور شہنشاہ ہند مشہور ہوا اور عوام الناس میں اسکا اعلان دیدیا گیا۔

الفنسٹن صاحب اپنی تاریخ ہند صفحہ ۱۴۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ تیمور کی آتش مزاجی اور خونخواری اور اس کے لشکر کی خودسری اور بے اعتدالی کا ہیکو وعدہ پر قایم رہنے دیتی تھی۔ فوج تیموری نے پہلے شہر والوں پر جبر و تعدی شروع کردی اور ادھر اُدھر لوٹ کھسوٹ کرنے لگے۔ بس یہ خفیف بہانہ تیمور کی طبع آزمائی کے لئے کافی تھا اسنے فوراً اپنے لشکر کے سپہ سالار کو بُلا کر کہا کہ شہر میں بیرحمی سے قتل عام کا حکم دیدو۔ سراسر بیگناہ دہلی والوں کی گردنیں اُڑنے لگیں اور ترکوں کی خونریز تلوار نے خونخواری سے دہلی کے لاڈوں کے پالے بچوں کو قتل کردیا۔ اس قدر لوگ قتل ہوئے کہ شاہراہوں کے رستے بند ہو گئے اور چلنے کی ذرا بھی جگہ نہ رہی۔ تیمور فوج کی جس تلوار نے راندمان کو قتل کیا اسی خون ٹپکتی تلوار سے بچے اور وہ بھی یتیمی کی پوشاک پہنے ہوئے قتل ہوئے پانچ دن تک یہ آفت خیز قیامت شہر میں برپا رہی اور تیمور کی پرشوق نظریں اس قتل و غارت کو ارمان سے تکتی رہیں۔ ان خونخوار دنوں میں تیمور نے فتح کی خوشی میں اپنے کل لشکر کی بہت بڑی دعوت کی اور ناچ گانا ہوتا رہا۔ جب تیموری لشکر قتل کرتے کرتے تھک گیا تو تیمور نے اکتیس دسمبر کو کوچ کا حکم دیا۔ کوچ کرنے سے پہلے فیروز کی سنگ مرمر کی مسجد پر جو جمنا کے کنارہ پر تعمیر ہوئی تھی اپنی فتح کی خوشی میں تیمور نے بہت کچھ چڑھاوا چڑھایا۔

جہانتک تیمور کی فوج سے ممکن ہوا یہ محض ناممکن تھا کہ وہ ایک تنکا بھی دہلی میں چھوڑے ہزاروں آدمی ہر خاندان کے بچے عورتیں قید ہوئیں اور غلاموں کے گروہ میں فوج کے ساتھ نہایت بیعزتی سے گھٹتے ہوئے روانہ ہوئے وہ شریف زادیاں کہ جنھوں نے آسماں بھی نہیں دیکھا تھا برہنہ پا سپاہیوں کے گھوڑوں کے ساتھ سناٹے بند دوڑ رہی تھیں۔ تیمور نے کئی راج اور معمار اور سنگتراش اپنے ساتھ لئے تھے کہ اپنے ملک میں جاکر سنگ مرمر کی سمرقند میں مسجد بنوائی۔

یہاں سے تیمور میرٹھ روانہ ہوا یہاں بھی اپنی معمولی عادت کے بموجب قتل و غارت کی پھر گنیجنیر کو عبور کرکے ہردوار پہونچا۔ اسوقت تیمور کی ۶۳ برس کی عمر تھی۔ عام سپاہیوں کی طرح سے تیمور نے یہاں کام کیا۔ کئی دن کے فاقہ پر بھی وہ برابر پہاڑوں کو کاٹ کر رہا تھا اور قتل جاری تھا۔ اسکی تلوار کبھی نیام میں نہیں جاتی تھی۔ اس عظیم الشان سفر کے بعد وہ تازہ دم تھا اسکے ہونٹوں پر ہنوز پپڑیاں نہ جمی تھیں اور غیر مفتوحہ ممالک پر اسکی نظریں گڑی رہیں۔

یہاں کے پہاڑوں کے دامن میں ہو کر جموں پہونچا یہ شہر لاہور کی شمال کیطرف آباد ہے۔ پھر جنوب کی طرف باگ پھیری وہاں سے جس راہ سے آیا تھا اُسی پر پڑ لیا اور ہندوستان کو چھوڑ دیا۔ جسوقت تیمور نے ہندوستان کو چھوڑا ہے تو ان حالتوں میں چھوڑا۔ بدعملی۔ طاعون یعنی وَبا۔ کال۔ یہ تین رفیق تیمور اپنے ہندوستان میں چھوڑ گیا تھا

تیمور نے ماہ مارچ ۱۳۹۹ء مطابق ۸۰۱ھ ہجری میں ہندوستان سے کوچ کیا تھا کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے +

اگر ہم تیمور کا چال چلن یا اسکی طبیعی حالت پر غور کریں گے تو ہمیں نہ تو اسکے مداح مورخوں کے اقوال سے سند لینی پڑے گی اور نہ ہم ان فرامین کو ملاحظہ کرکے رائے قائم کریں گے کہ جن سے اسکا پرشوکت انتظام معلوم ہوتا ہے بلکہ ہمیں فرض ہے کہ ہم اُسکے کاموں کی طرف توجہ کریں اور اُسکے افعال کی فطرت کو سمجھیں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اسکے مزاج کی کیا کیفیت تھی۔ ملفوظات تیموری سے جنکا میجر اسٹوارٹ نے ترجمہ کیا ہے اُسکے چال چلن کی کیفیت لکھتے ہیں۔ یہ ترکی زباں میں لکھی گئی تھی اس میں بڑے بڑے دلچسپ مضامین ہیں۔ یہ مضامیں ایک تاریخ پسند دل کی جان ہیں۔ ہاں جبتک ہم ان

ملفوظات پر ایک نظر نہ کریں یہ کبھی زیبا نہیں ہی کہ ہم تیمور کے چال چلن کی بابت کوئی رائے ظاہر کریں۔ تیمور کی پالیسی بچپن سے تیز اور خونخوار تھے۔ بات کو سوچتا تھا اور اُسکی تہ تک پہونچکر کام کرتا تھا مگر اپنی بدنامی یا نیکنامی کا مطلق خیال نتھا۔ رحم جو ایک پولیٹیشن کی جان ہے اسمیں مطلق نتھا۔ بعض وقت سکندر کی فتوحات میں ہمنے دیکھا ہی کہ رحم سے اسقدر کام نکلتا تھا کہ قتل سے وہ نتیجہ برآمد نہ ہوتا تھا۔ یہ بات تیمور میں نتھی۔

اُسے قتل کرنے میں ذرا درد نہ آتا تھا اور وہ مخلوق کے خون میں اپنے گھوڑے کے سُم بھگونا اچھے سمجھتا تھا اپنی ہٹ کا پُورا تھا یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی شہر کے فتح کرنیکا ارادہ ہوا اور وہ بار بار کی شکستوں سے کچا ہو جاسے نہیں بلکہ اسکو فتح کرکے چھوڑتا تھا۔ اسکی بیرحمی کے تمام عالم میں ڈنکے بجگئے تھے اور اسکے ہمعصر بادشاہ اسکی بیرحمی سے کانپتے تھے۔ ساتھ ہی اسکے ایک بڑی صفت تیمور میں یہ تھی اور یہ صفت اعلیٰ درجہ کی تہی کہ اپنے مصاحبین کو ہمیشہ خوش رکھتا تھا اور ان کو ذرے ذرے سے کام پر لاکھوں روپیہ جاگیریں انعام کی دیدینا اسکے آگے کچھ بات ہی نہ تھا۔ جتنے اسکے وزرا اور ارکان سلطنت تھے وہ سب اس سے خوش تھے اور اسکی ہر ہر بات پر جان قربان کرتے تھے۔ لشکر سفر کرتے کرتے جب بیدل ہو جاتا تھا تو آپ پاپیادہ راہ طے کرنے لگتا اور انہیں وہ وہ قیمتی چیزیں بخشش میں دیتا کہ انہیں ان کا مطلق خیال بھی نہ رہتا۔

اپنے ادنیٰ ادنیٰ ملازمیں کو بچوں کی طرح پرورش کرتا اور انہیں مایوسی کی حالت میں ڈہارس دیتا تھا اسکی پوشاک سادی ہوتی تھی کبھی یہ امر نہ تھا کہ طمطراق کی لیتا اور نفیس نفیس کپڑوں میں اپنی زندگی بسر کرتا۔ مشرقی شاہوں کی طرح سے اسے عورتوں سے صحبت نہ رہتی تھی نہ اسکی زیادہ بیبیاں تھیں۔ کبھی اسنے اپنی راحت اور عیش کے لیئے روپیہ صرف نہیں کیا بلکہ جسقدر روپیہ ہاتھ لگتا تھا فوج کی آراستگی اور مسجد کی تعمیر میں صرف کرتا تھا۔ ایک بڑی عمدہ بات جسنے اسکی تاریخ کے صفحوں کو روشن کردیا یہ تہی کہ جیسا اسکے ہاں علما کا گروہ جمع رہتا تھا کسی اور بادشاہ کو کم نصیب ہوا ہے۔ ضابط اور متحمل بہت بڑا تھا۔ علما کی تعظیم و تکریم اعلیٰ درجہ پر کیا کرتا تھا ایک دن نصیر الدین علامہ جسکی تیمور کو مدت سے آرزو تھی بڑے ناز و نیاز اور نخرے سے دربار میں آیا۔ نصیر الدین علامہ کو فاضل اجل تھا مگر اس میں تبختر اس بلا کا تھا کہ وہ امیروں شہنشاہوں کو بھی

اپنے آگے ہیچ سمجھتا تھا۔ تیمور نے ہر چند چاہا کہ یہ میرے دربار میں آوے مگر نہ آیا آخر وزرا کی بڑی چاپلوسی سے دربار میں آیا تیمور چونکہ ایک ٹانگ سے لنگڑا تھا اسلئے ٹانگ پھیلا کر تخت پر بیٹھا تھا۔ جوں ہی نصیر الدین کی نظر شاہ پر پڑی اس نے کہا مجھے ایسے بے ادب شاہ کے دربار میں کیوں لایا گیا ہے جو ٹانگ پھیلا کر بیٹھا ہے بجائے اس کے کہ وہ اس کرسی پر بیٹھتا جو تخت کے برابر بچھی ہوئی تھی اور جو خاص اسی کے لئے بچھائی گئی تھی تخت پر پیر پھیلا کر بیٹھ گیا ہے یہ ایسی بے ادبی اور گستاخی تھی کہ جو ایک معمولی امیر سے بھی نہ سہی جاتی مگر تیمور کا کوہ اور ساکن متحمل مزاج اس گستاخی کو سبنھال گیا اور آہستگی میں کہا کہ "مرا لنگ است" یعنی میرا پیر لنگڑا ہے اسلئے میں پیر پھیلا کر بیٹھا ہوں فوراً علامہ نے جواب دیا کہ "مرا ننگ است" یعنی مجھے شرم آتی ہے۔

اس مثال سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کیسا علم دوست تھا اور ایسے ناواجب موقع پر بھی کیسا تامل کیا کرتا تھا۔ بہرحال اگر اس میں ایک عیب تھا تو یہ ہنر بھی تھا جس سے دن بدن جبتک وہ زندہ رہا اسکی سلطنت کو ترقی ہوتی چلی گئی۔

آخر عمر میں اس نے چین کی فتح کا مصمم ارادہ کر لیا کیونکہ چنگیز خان نے اسکے ورثہ میں چین کی فتح دیدی تھی مگر عمر کا پیالہ لبریز ہو چکا تھا وہ اپنے عالی ارادہ میں کیونکر کامیاب ہوتا کچھ ہی راستہ طے کرنے پایا تھا کہ راہ ہی میں بخار چڑھ آیا اور وہیں تڑپکر جان دیدی مرتے وقت اسنے یہ کہا کہ مینے جتنے ارمان کئے وہ سب نکل گئے مگر ایک یہ آرزو کہ میں چین فتح کروں دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اگر میرے جانشینوں میں سے کسی نے اسے فتح کر لیا تو میری روح شاد ہوگی اور اگر نہیں فتح کیا تو اس حرمانی کے نقوش ہمیشہ رُوح کی لوح پر کندہ رہیں گے

حمیدہ بانو بیگم

امیر تیمور صاحبقران کی یہ چوتھی بیگم تھی۔ اور بیگوں کی نسبت یہ تیمور کی بہت پیاری تھی اسنے اپنے ظاہری حسن و خوبی ہی سے تیمور ایسے شہنشاہ کا دل اپنے اوپر مائل نہیں کیا تھا بلکہ اپنی خداداد قابلیت اپنی فصیح البیانی اپنی عالی حوصلگی اپنی شائستگی اپنی تہذیب اپنے خلق سے نہ صرف میرہی کو بلکہ کُل حرم سرا کی بیگمونکو اپنا فریفتہ اور شیدا بنا لیا تھا۔

جانسن نے اپنی کتاب تیموران سائیریا صفحہ ۲۴۵ میں حمیدہ بانو بیگم کا تذکرہ لکھا ہی جو نہایت دلچسپ ہے اسلئے میں نہایت اختصار سے درج ذیل کرتا ہوں۔

یہ بیگم جسکا اصلی نام امتہ الحبیب تھا سلطان یزدانی جنرل افواج بایزید کی بیٹی تھی۔ جسوقت بایزید اور امیر تیمور سے جبل الطیر کے وسیع اور خوفناک میدان میں دو نوخونخوار لشکروں کا مقابلہ ہوا ہے تو یہ بیگم بھی زرہ بکتر پہنے ہوئے اپنے لشکر سے تیمور فوج کی طرف برابر تیر برساتی تھی۔ گو اسوقت کسی نے نہیں پہچانا کہ یہ عورت ہے لیکن جب بایزید کی شکست ہوئی تو منجملہ ان سرداروں لشکریوں کے جو زندہ قید ہو کر آئے تھے ایک یہ بھی تھی۔ تیمور نے دوسرے دن حکم دیا کہ قیدیوں کی گردنیں ماردی جائیں چنانچہ اس عصمت نما خاتون نے بڑی دلیری سے باآواز بلند یہ کہا کہ عرض دارم۔ گو اسکا یہ فقرہ اسقدر پر اثر تھا کہ امیر تیمور کی اسپر توجہ مائل ہوتی مگر پھر بھی بعض مصاحبین کے عرض کرنے سے اُسنے اس بہادر اور شجاع خاتون کو جو مردوں کی صورت میں کھڑی ہوئی تھی اپنے پاس بلایا اور کہا تو کیا کہتا ہے۔ خاتون نے نہایت ادب اور سنجیدگی سے یہ التماس کیا کہ جو کچھ عرض کرونگی نہایت آزادی اور صداقت سے نہ اسمیں کسی قسم کی جھوٹی تعریف ہوگی نہ آپکے جرّار لشکر کی فضول ہجو سرائی ہوگی صرف واقعات سے غرض ہی مجھے امید ہے کہ جبتک میں اپنی تقریر ختم نہ کروں بند نہ کیجاؤں۔ تمام اہلِ دربار اور امیر تیمور سکتہ کے عالم میں ہوگئے کہ یہ بڑا ہی زبردست اور صاحب حوصلہ شخص ہے کہ جو ایسے قہار سلطان کے آگے اس بیباکی سے باتیں کررہا ہی آخر تیمور نے دس بارہ منٹ کی خاموشی کے بعد اجازت دی کہ جو کچھ تو کہیگا میں بخوشی سننے کو موجود ہوں۔

امۃ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم اپنی اسی مردانہ ہیئت میں یہ گویا ہوئی۔ اے امیر جو کچھ تونے بایزید پر چڑھائی کرکے حاصل کیا ہے تو کیا جانتا ہی کیا ہے صرف ایک سخت عذاب ہے جو قیامت تک تیری گردن پر رہیگا اور اسکی بخشش بھی نہ ہوگی۔ تونے بیگناہ ستر ہزار جان نثار ترکوں کو سرنگ لگا کر قلعہ میں اڑادیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تونے جان نثار ترکوں کو نہیں اُڑایا بلکہ اسلام کی قوت کی جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دی۔ یہی ترک تھی جنھوں نے تمام یورپ سے چیں بلوادی تھی۔ یہی ترک تھے جو یوروپین کے مقابل میں ہمیشہ فتحیاب رہے۔ کیا کسی شریعت اور کسی ملکی قانون میں یہ لکھا ہوا ہے کہ

مسلمان اس بیرحمی سے قتل کیا جائے۔ کیا تجھے خیال نہ آیا جب بایزید نے تجھے صلح کا پیغام بھیجا اور تو نے اسکے جواب میں یہ ارقام کیا کہ جب تک میں تجھ جیسے عظیم الشان سلطان کو فتح نکر لونگا فاتحان اولوالعزم کی فہرست میں میرا نام درج نہیں ہو سکتا۔

یہ یقینی امر ہے کہ ایک نہ ایک دن حضرت عزرائیل سے تیرا ضرور مصافحہ ہوگا پھر مرنے کے بعد تجھے کیا خاک اپنی نجات کی امید ہو سکتی ہے۔ کیا تو نے سکندر اعظم کی آخری کی افسردہ اور غم آلود کیفیت کو نہیں سُنا کہ مرنے کے وقت اسکی کیا نوبت تھی ایک ندی آنسوؤں کی اُسکی پُرنم آنکھوں سے برابر بہ رہی تھی مگر ایسی حالت میں جب عزرائیل موجود ہو گئے تھے نہ اپنی زاری کچھ کام آئی اور نہ بہادر لشکر کا رونا۔ میں اس غیر مفید تقریر کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ آجتک کبھی بہیں قیدیوں پر بھی بہادروں کے ہاتھ اُٹھے ہیں ہم بے بس قیدی ہیں ہماری مشکیں کسی ہوئی ہیں یہ کچھ بھی مردانگی نہیں ہے کہ ہمیں تو اس میدان میں قتل کا حکم دے۔ یہ کہکر ام الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم نے اپنا فولادی خود اُتار کر پھینکدیا اور پھر کڑاکے کی آواز میں یہ کہا اے امیر میں خاتون ہوں مجھ ہی سے تو اندازہ کر سکتا ہے کہ جن کی عورتیں ایسی بہادر ہیں اُن کے مرد کیسے بہادر ہوں گے۔ امیر تیمور دیکھتے ہی اسپر فریفتہ ہو گیا اور اس بیباکانہ تقریر پر عش عش کرنے لگا۔ گو یہ تقریر نہایت سخت اور درشت تھی خصوصًا ایک قہرناک بادشاہ کے حضور میں اُسی کی نسبت مگر تیمور نے نہایت نرمی سے یہ جواب دیا جو کچھ اے بہادر خاتون تو نے کہا ہو وہ سب صحیح ہے لیکن مختلف فتحوں کی دلچسپی نے واقعی اصلی حالت کو بھلا دیا۔ جا میں نے تیرا اور تیرے لشکری قیدیوں کا خون معاف کیا۔ پھر جانسن صاحب اپنی مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۱۰۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آئندہ جو کچھ ترکوں کے ساتھ تیمور نے رعایت کی وہ اسی بیگم کا طفیل تھا۔ جب یہ اپنے لشکر میں پھر کر چلی گئی تیمور نے اسکے باپ یزدانی سے نکاح کا پیغام بھیجا پہلے تو وہ یہ خیال کر کے ہچکچایا کہ یہ ظالم اور جابر بادشاہ ہے ایسا نہو میری بیٹی کو ایذا دے مگر جب ام الحبیب کی مرضی دیکھی تو فوراً منظور کر لیا اور امیر تیمور سے نکاح پڑھا دیا۔

مل مین نے اپنی کتاب وونینس اوف عرب کے صفحہ ۱۲۳ میں شادی کی پوری کیفیت لکھی ہے چونکہ وہ بہت طویل ہے اسلئے میں اُسکا اختصار لکھتا ہوں تاکہ شائقین

نہایت دلچسپی سے ملاحظہ کریں ایک عالیشان یزدانی کے خیمہ میں تیمور جبل الطیر کے میدان میں اپنے ساتھ گیارہ ہزار بہادر لیکر نکاح کرنے گیا۔ خیمہ جس میں اکیس بائیس ہزار فوج باآرام آسکتی تھی بلندی پر ایک مستطیل ٹکڑے زمین پر کھڑا کیا گیا۔ جیسے بارش سے زمین تر ہوجاتی ہے اسی طرح بہادروں اور جانبازوں کے خون سے زمین تر ہو رہی تھی وہاں گیا تو زخمیوں کی جگر خراش آوازیں سُنائی دیتی تھیں یا اِدھر اُدھر سروں کے ڈھیر پڑے ہوئے معلوم ہو رہے تھے مگر اس حسرتناک نظارہ کا اثر کسی زندہ کے دل پر اصلاً نہیں تھا۔ ہر متنفس اس شادی سے خوش تھا اور سب امید کر رہے تھے کہ یہ عصمت پناہ بیگم اپنی روشن دماغی اور عقل سے طرفین کے لیئے اچھے نتیجے پیدا کرے گی امیر نے مہر میں ملک چین لکھا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ملک چین تیمور نے ابھی فتح نہیں کیا اور مہر میں لکھنے کے کیا معنی چنانچہ تیمور نے فوراً ان کی صورت کو تاڑ کر یہ کہا گو ابھی ملک چین میرے قبضہ میں نہیں ہے لیکن میرا قطعی ارادہ ہے کہ میں اسکو فتح کرلوں گا۔ میں اپنے ارادہ میں ہمیشہ کامیاب ہوا ہوں دوسرے وہ ملک میرے بزرگوں کا فتح کیا ہوا ہے یعنی چنگیز خاں نے ایک عظیم الشان جنگ کے بعد اسکو فتح کرلیا تھا اسلیئے وہ اپنا ہی ملک ہوا۔ تیسرے اس مہر میں دینے سے مجھپر فرض ہوجائیگا کہ میں اسے فتح کرلوں۔ بھلا وہاں کسکی مجال تھی جو تیمور کی اس شائستہ تقریر پر رد و قدح کرسکتا۔ سب خاموش ہو رہے اور ام الحبیب سے قاضی نے امیر تیمور لنگ کا نکاح باندھ دیا۔

یزدانی نے اپنی قدرت کے موافق اپنی بیٹی ام الحبیب کو بہت کچھ جہیز دیا۔ اب یہ گویا امیر تیمور کی بیگم بنی جسکا نام حمیدہ بانو بیگم رکھا گیا۔

یہ بیگم اصل میں آتش پرست تھی مگر اپنے باپ یزدانی کے ساتھ مسلمان ہو گئی تھی۔ علاوہ ترکی عربی فارسی زبان کے یہ نہایت فصیح چینی اور زرتشتی بولا کرتی تھی اور اسے موسیقی میں بھی کمال مہارت تھی جبتک تیمور زندہ رہا یہ ہر جنگ اور ہر خوفناک موقع پر تیمور کے ہمراہ خود فولادی اور زرہ بکتر پہنے ہوئے ساتھ رہتی تھی۔

دو کتابیں اسنے لکھی ہیں ایک کا نام ترکی خوانین کی تاریخ ہے اور دوسری کتاب کا نام امیر تیمور کی فتوحات ہند میں جنکا ترجمہ مسٹر ہابرٹ نے فرانسیسی زبان میں کیا ہے

یہ دو نوکتابیں اسکی لیاقت اور علمی قابلیت کی شہادت دیتی ہیں کبھی کبھی عربی اور ترکی کے اشعار بھی موزوں کیا کرتے تھے مگر وہ اشعار بہادروں کی شجاعانہ کوشش کی تعریف میں ہوا کرتے تھے نہ کبھی اسنے کسی قسم کے حسن کی تعریف کی نہ اپنے اشعار میں کبھی عشق و محبت کا تذکرہ کیا۔

تیمور اسے دس ہزار روپیہ مہینہ دیا کرتا تھا اور کل خرچ شاہی اخراجات سے اُٹھتا تھا مگر ایکبار ایک جنگ پر جب روپیہ کی ضرورت ہوئی تو اپنا تین برس کا جمع کیا ہوا روپیہ تنخواہ کا دیدیا۔ اسکی ہر قسم کی بہت سی باتیں تہیں کہ جو جبراً تیمور کا دل اپنے اوپر مائل کرتی تھی اب آگے مختصر طور پر اسکے سوانح عمری بیان ہوتے ہیں جو علاوہ دلچسپی دینے کے تیمور کی خوش قسمتی ظاہر کریں گے۔

جو حالات اس خاتون کے آگے بیان کئے جائیں گے ان سے اسکی طبیعت کی حالت چال چلن کا اندازہ بخوبی ہو جائیگا اس خاتون کی نہایت تیز عقل تھی اور اپنی قابلیت کا استعمال ہمیشہ موقع ہی پر کیا کرتی تھی۔ یہ ہمیشہ فطرت کی اصلیت اور اشیا کے حدو ث اسباب میں بہت جلد بیٹھ جاتی تھی اور ان سے فوراً نئے نئے نتیجے نکال لیتی تھی۔ اور جو شخص خواہ دوسری بیگمیں ہوں یا کوئی خواجہ سرا ہو نصیحتاً کوئی بات کہتا تو اُسکی ممنون ہوتی اور اگر وہ نیک صلاح ہوتی تو اسپر بہت مستعدی سے عمل کرتی۔ اسکی گفتگو میں ذرا جلدی تھی یعنی وہ بہت جلد جلد باتیں کیا کرتی تھی مگر پہر بھی بیان کی فصاحت نہ جاتی تہی۔ حاضر جوابی میں بھی تمام لشکر میں اسکی دھوم مچگئی تھی مگر یہہ حاضر جوابی ایسی فیاضانہ اور لطیف طریقہ پر ہوتی تھی کہ مخاطب خوش ہو جاتا تھا اسکے رقعے جو اپنی حرم سرا کی خواتین کے نام ہوتے تھے مختلف زبانوں میں لکھے جاتے تہے۔ عبارت کی چستی۔ مطالب کی طرز بیانی۔ الفاظ کی بندش اس غضب کی ہوتی تہی کہ دیکھنے والے کو کیفیت آجاتی تھی۔ عموماً جو فرمان خاص طور پر جاری ہوتے تھے وہ حمیدہ بانو بیگم ہی کے ہاتہ کے لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ اس بیگم کا اکثر وقت کیا تو انتظام خانہ داری اور اپنے معزز خاوند کیخدمت میں صرف ہوتا تھا اور یا مختلف علوم کی کتابوں کا مطالعہ کرتی رہتی تھی۔ ایک دن متنبی کا دیوان دیکھہ رہی تھی اور اسوقت مفصلۂ ذیل شعر کا مضمون اسکے دماغ میں بجلی کی طرح کوند رہا تھا وہ مضمون یہ تھا کہ میرا اشوق اور اندھیری رات کی جنگ ہو رہی ہے

مگر خدا کرے میرا شوق جنگ غالب آئے اور رات کو شکست ملے - اس مضمون کو دیکھکر
حمیدہ بانو بیگم کو جوش آگیا اور وہ بار بار اپنی اسی بیخودی کی حالت میں پکار پکار کر پڑھنے لگی
اتنے میں کہیں تیمور لنگ آنکلا اسے اپنی خلیق اور ہر دلعزیز بیوی کی یہ خلاف معمول حالت
دیکھکر تعجب ہوا پہلے تو کچھ دیر وہ خاموش کھڑا رہا لیکن اس سے نہ رہا گیا اور آہستہ سے قریب جا کے
کہا حمیدہ بانو بیگم کیا اس کتاب میں تم کوئی بڑی عظیم الشان خونخوار جنگ کا بیان دیکھ رہی ہو
حمیدہ بانو بیگم اپنی جوشیلی حالت میں کچھ ایسی محو ہو گئی تھی کہ خبر نہوئی کون پیچھے کھڑا ہے
اور کون پکار رہا ہے تیمور نے یہ انسانیت برتی کہ پھر دوبارہ آواز نہ دی اور کھڑا رہا -
جب جوش کم ہو گیا تو حمیدہ بانو بیگم تیمور کی صورت دیکھکر چونکی تیمور مسکرایا نہایت لجاجت سے
حمیدہ بانو بیگم نے عرض کیا کہ کیا حضور کچھ زیادہ دیر سے تشریف رکھتے ہیں میں معافی کی
خواستگار ہوں مجھے کتاب کے مطالعہ میں خبر نہوئی - تیمور نے اپنا ایک موتیوں کا کنٹھا
حمیدہ بانو بیگم کے گلے میں ڈالدیا اور کہا میں تمہیں تمہارے جوش کی مبارکباد دیتا ہوں
پھر تیمور نے مسکرا کر کہا کاش اگر تم مرد ہوتیں تو ضرور کسی بڑی سلطنت کی حکمران ہوتیں
حمیدہ بانو بیگم نے جواب دیا حضور میری خوش قسمتی تھی کہ میں عورت پیدا ہوئی ورنہ ضرور
میں قیدیوں کے ساتھ قتل کر دی جاتی صرف عورت ہونے سے بچگئی اور مجھے پھر یہ عظمت
حاصل ہوئی میں آیندہ دُعا کرونگی کہ خدا کرے سب مرد ایسے موقعوں پر مرد بنجائیں -
یہ سُنتے ہی تیمور پھڑک گیا -

اس قسم کی سینکڑوں باتیں دن بھر میں کیا کرتی تھی تیمور جیسا قہار سنجیدہ شہنشاہ پھڑک پھڑک جاتا تھا
اس بیگم کی عمر میں کئی ایسے واقعہ گذرے ہیں کہ جو قابل یادگاری ہیں بلکہ ان سے عبرت
ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر استقلال اور ہمت سے کام لیا جاے تو ہر جگہ انسان
کامیاب ہوتا ہے - بھلا مشہور واقعہ وہ قلعہ استخرہ کی جنگ ہے یہ قلعہ جمشید نے بنایا
تھا اب تک یعنی اس زمانہ تک ویسا ہی مضبوط معلوم ہوتا ہے اسکے دروازہ پر دو تصویریں
بنی ہوئی ہیں ایک مرد کی ہے اور ایک عورت کی مگر ان کی پوشاک کی وضع ایسی ہے
کہ جیسے انگریزی گون اور کوٹ پتلون کی غرض جسوقت تیمور کو یہ خبر آئی کہ قلعہ استخرہ والا
باغی ہو گیا ہے حمیدہ بانو بیگم کی عرض پر تیمور نے اسے دس ہزار سوار اور دو ہزار پیادے
دیکر روانہ کیا - یہ عظیم الشان اور خونریز جنگ وقعی قابل دید ہے - جسکا بیان بہت

اختصار سے درج کیا جاتا ہے ۔ حمیدہ بانو بیگم اپنی بارہ ہزار فوج لیکر استخرہ روانہ ہوئی ۔ یہہ اولوالعزم جوشیلی خاتون شمشیر بکف اس خونخوار لشکر کی سرکردگی میں پرشوق قدم اُٹھائے ہوئے بڑہ رہی تھی اسکی پُرقہر نظریں برابر قلعہ کی طرف اُٹھہ رہی تھیں کبھی اسکے دل میں ہراس غلبہ پالیتا تھا اور کبھی فتح کی خوشی میں پھُولی نہیں سماتی تھی ۔ جسوقت ارمان بھری نگاہوں کو اپنے لوہو میں ڈوبے ہوئے لشکر کی طرف جنبش دیتی تھی تو ایک امید فتح کی خون کی طرح سے اُسکے رگ وپے میں دوڑ جاتی تھی ۔ جانتی تھی کہ میری ناموری اس جنگ کی فتح پر منحصر ہے اور اگر خدانخواستہ مجھے شکست ہو گئی یا قلعہ فتح نہو سکا تو کیا مُنہ لیکر واپس جاؤں گی ۔

مسٹر ریل مین نے اپنی کتاب دی گریٹ کانگرز آف ایشیا کے صفحہ ۱۰۱ میں حمیدہ بانو بیگم کی اسوقت کی شکل وشباہت یوں تحریر کی ہے ۔ حمیدہ بانو بیگم ایک لانبے قد کی عورت تھی اسکے ہاتہ پیر چوڑے اور چکلے تھے جب دونو برابر کھڑے ہوتے تھے تو تیمور اس کے کندھے تک آتا تھا اسکی آنکھیں یوروپین کی طرح نیلی تھیں رنگت نہایت صاف اور پُر دبدبہ تھی ۔ خلیق تھی ۔ مگر پھر بھی اسکی پُر رعب صورت سے اس سے بات کرتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا تھا ۔ اسکے حسین رخساروں پر نیلی نیلی مہین مہین رگیں اچھی معلوم ہوتی تھیں اسوقت زرہ بکتر خفتان پہنے ہوئے خود فولادی سر پر ایک لمبا برچھا ہاتھہ میں دونو پہلوؤں میں دو تلواریں لٹکتی ہوئیں سینہ بے کینہ میں ایک خنجر اُڑسا ہوا پیچھے ترکش پڑے ہوئے داہنے ہاتہ میں فولادی گرز سد تنا ہوا ایک پیل پیکر گھوڑے پر سوار اس سج دہج سے یہ بیگم استخرہ کے قلعہ کی طرف روانہ ہوئی ۔

جب اسنے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تو پہلے یہ مفصلۂ ذیل رقعہ اپنے ہاتھہ سے لکھکر بھیجا جو ہم ریل مین کی مذکورۂ بالا کتاب سے ناظرین تاریخ کی دلچسپی کے لئے نقل کرتے ہیں و ہو ہذا

شرافت ونجابت دستگاہ شریف حسن

تمہیں اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر تمنے اس سرکشی کی آگ کو یہیں تک رکھا اور آئندہ اس کے بھڑکانے کی کوشش نہ کی تو میں تمسے وعدہ کرتی ہوں کہ پھر تمہارا اعزاز شہنشاہی دربار میں ویسا ہی تسلیم کیا جائیگا اور اگر تمنے صرف بعض شریر النفس اشخاص کے بہکانے سے اس آگ کو روشن رکھا تو پھر اسکے سوا اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے کہ تمہارے شیطان ساتھی

قتل کئے جائیں اور تمہاری نعش اژدہا پیکر گھوڑوں کے سموں میں روندی جائے اور پھر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ بغاوت اور سرکشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ گو میں عورت ہوں لیکن اپنے عزم میں پوری ہوں اور میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ جب تک جان میں جان باقی ہے کبھی یہ نہیں ہوگا کہ میں یہاں سے مُنہ پھیروں یا جنگ ہونے پر صلح کر لوں۔ خونریزی مجھے اچھی نہیں لگتی اور اسی لئے میں باصرار کہتی ہوں کہ تم اپنی اس نافہمی سے باز آؤ تم نہیں جانتے کہ ایسے بڑے تیمور جیسے شہنشاہ کے ماتحت رہنا کتنے فخر کی بات ہے اور اسپر طرہ یہ کہ تم اُس سے اپنی قسمتی شامت سے سرکشی کرتے ہو۔ میری حجت تمام ہو گئی رقعہ کے جواب آنے تک میں منتظر رہوں گی۔ فقط راقم حمیدہ بانو بیگم ملکہ امیر تیمور۔

شریف حسن ایک نہایت چالاک اور فریبی شخص تھا جوں ہی اسنے رقعہ دیکھا اُسے حمیدہ بانو بیگم کے فریب دینے کا اچھا موقعہ ملا فوراً اسنے ایک عرضی عجز سے بھری ہوئی حمیدہ بانو بیگم کی خدمت میں روانہ کی اور اس میں یہ مضمون لکھا کہ آپ کا غلام نہایت عاجزی سے یہ عرض کرتا ہے کہ بعض پیچیدہ معاملات سے یہ کیفیت ہوئی ہے ورنہ خدانخواستہ نہ میں باغی ہوں اور نہ مینے بغاوت کا اعلان دیا اور اگر میں نے کچھ کیا بھی ہے تو میں توبہ کرتا ہوں آپ نے بھی اتنی تکلیف ناحق کی اگر اپنے کُتّے کے گلے میں ایک رقعہ باندھکر بھجوا دیا جاتا میرا فرض تھا کہ میں سر بھی گردن تسلیم خم کرتا۔ کل انشاءاللہ حضور کے لیئے دروازہ کھول دیا جائیگا اور میں بھی دست بستہ حاضر خدمت ہونگا۔

خواہ کیسا ہی تجربہ کار ہو جب ہی ایسے موقع پر دھوکے میں آجاتا ہے۔ جیسے رائے پتھورا شہاب الدین غوری کی ایک تحریر میں آگیا تھا۔ حمیدہ بانو بیگم اپنی خوش قسمتی سے بہت خوش ہوئی اور سمجھی کہ اب تیمور کی نگاہوں میں میری اور بھی وقعت بڑھے گی اور اب یقیناً تیمور چین فتح کر کے مجھے دیدے گا۔ مگر افسوس یہ خوشی عارضی تھی اگر حمیدہ بانو بیگم شریف حسن کی اس للوچپو پر نجاتی اور آپ اسی طرح بیدار رہتی تو کبھی ایسا چشم زخم نہ کھاتی اور کبھی وہ ایسی مشکلیں نہ دیکھتی۔

یہ عرضی نہ صرف اسی نے پڑھکر رہنے دی بلکہ کل لشکر میں سُنائی۔ سب نے خوشی کے نعرے مارے اور حمیدہ بانو بیگم کو مبارکباد دی۔ ظاہر ہے کہ جب لشکر کو یہ اطمینان ہو گیا پھر وہ کاہیکو ہوشیار رہے اور انھیں اب کیا ضرورت تھی کہ وہ چوکنے ہو کر اپنے کو شبخون سے بچاتے۔

یہ دن جمعہ کا تھا اور شوال کی ۱۲ تاریخ تھی جب شریف حسن نے ایک زبردست شبخون بیخبر فوج پر مارا۔ اول تو حمیدہ بانو بیگم کی کل فوج پڑی سو رہی تھی اور جو سپاہی پہرہ پر تھے وہ بھی بے خبری کی حالت میں تھے۔

ٹھیک دو بجے رات کو جب سخت اندھیاری ہو رہی تھی کیونکہ غلیظ اور ملدّر ابر نے تمام آسمان کو گھیر رکھا تھا یہ باغی فوج بیخبروں پر حملہ آور ہوئی خوش قسمتی سے حمیدہ بانو بیگم مختلف بیگموں اور امیر کے نام خط لکھ رہی تھی کہ اسنے خوفناکی سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سُنیں اپنے پہرہ والے سپاہی کو آواز دی اسنے دہشتناکی سے یہ کہا حضور غنیم کی فوج آگئی یہ سُنتے ہی اسکے اوسان باختہ ہو گئے اور فوراً موزے چڑھانے اور زرہ بکتر پہنی شروع کئے۔ یا بھی سپاہیانہ پوشاک سے آراستہ بھی نہیں ہوئی تھی کہ شریف حسن کے سواروں نے اسکے خیمہ کو آکر گھیر لیا۔ پھر پہرہ والا چلایا کہ دشمن نے محاصرہ خیمہ کا بھی کر لیا۔ اب حمیدہ بانو بیگم کے پیروں کی زمین نکل گئی اور اُسے یقین ہو گیا کہ اب میں گرفتار کی جاؤں گی مگر پھر بھی اپنی عالی حوصلگی سے اپنے اُسی استقلال پر قائم رہی اور اپنے موزے پیر سے نکال کر خیمہ کے باہر آئی دیکھا کہ میری فوج گھبرے اور گڑبڑی کی حالت میں بیخبری میں قتل ہو رہی ہے اور میرے خیمہ کے گرد مخالفین کی بڑی جماعت محاصرہ کئے ہوئے کھڑی ہے اسوقت حمیدہ بانو بیگم کا کوئی مددگار نہ تھا۔ ہاں صرف خدا یا استقلال اور ہمت تھی کہ جسنے اسے ایسی حالت میں بھی برقرار رکھا۔ حمیدہ بانو بیگم کی حمیت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ وہ یہاں سے جان بچا کر بھاگ جائے کیونکہ اسکا بھاگنا نہ صرف تیمور کی اور اسکی بدنامی کا باعث ہوتا تھا بلکہ تمام لشکر کی جانیں بھی اسی کی فتح شکست کی مُٹھی میں تھیں۔ چنانچہ حمیدہ بانو بیگم نے زور سے آواز دی کہاں ہے او شریف حسن فریبی ذرا میرے آگے آ اور اپنی بہادری کے جوہر دکھا۔ یاد رکھو اے باغی سپاہیوں کہ ہمیشہ فریب و دغا سے منہ کالا ہوتا ہے اور کبھی ایسے شخص اپنے ارادوں میں کامیاب نہیں ہوتے کہ جو خلاف وعدہ کرتے ہیں یہ سُنکر ایک سوار جو شریف حسن کا بڑا بیٹا تھا آگے بڑھا اور اسنے بڑے تپاک سے با آواز آداب عرض کیا اور گستاخانہ بیباکانہ طور پر یہ گویا ہوا۔ بیگم صاحبہ آپ محاصرہ میں آچکی ہیں اب آپ کا چھوٹنا محض ناممکن ہے اگر آپ کی سمجھ میں آوے تو میں آپ سے کچھ عہد کرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کیا مجھے بجائے اپنی شوہر کے قبول کرتی ہیں چنانچہ اسنے اس بات پر برافروختہ ہو کر فوراً ایک

تیر مارا تیر ایسا کاری تھا کہ وہ گھوڑے پر سے چت جا رہا۔ حمیدہ بانو بیگم کی غصہ کی آگ
گو اب پوری بھڑک چکی تھی مگر پھر بھی وہ اپنے کو ایسا ہی تھامے ہوئے تھی کہ جیسے اپنے
گھوڑے کی باگیں روکے ہوئے کھڑی تھی۔ اسی حالت میں یکایک اسنے اپنے باڈی
گارڈ کو آواز دی۔ باڈی گارڈ کے سپاہی کی تعداد صرف پانسو تھی وہ اس لق ودق جنگل
اور اندھیاری رات میں اپنی بیگم صاحبہ کو ادھر اُدھر دیکھتے پھرتے تھے پہلی آواز میں
حمیدہ بانو بیگم کامیاب نہیں ہوئی دوسری آواز دینے کو تھی کہ شریف حسن نے ایک سوار ولی کے
پرے سے حملہ کیا۔ یہ حملہ بل ہیں صاحب لکھتے ہیں کہ نہایت نامردی کا حملہ تھا شریف حسن
میں اگر شجاعت کے کچھ بھی جوہر ہوتے تو وہ ہرگز یہ گوارا نہیں کرتا کہ ایک عورت کو اول تو
فریب دے اور پھر تنہائی کی حالت میں اسپر یوں حملہ آور ہو۔ مگر اے حمیدہ بانو بیگم تیری
ماں نے بس تجھے ہی جنا ہے کس سنجیدگی استقلال صبر اور بہادری سے پینترا بدلے ہوئے
آگے بڑھی اور مخالف کی فوج سے ہم نبرد ہونے کے لئے مستعد ہوئی کہ شریف حسن بھی
سکتہ میں ہو گیا۔

شریف حسن نے اپنے سواروں کو منع کر دیا تھا کہ جہانتک ممکن ہو یہ شجاع خاتون زندہ گرفتار
کی جاے ہرگز کوئی تیر وغیرہ نہ مارے اور جبتک میں حکم نہ دوں کوئی حملہ نہ کرے۔
یہ حکم بھی حمیدہ بانو بیگم کے لئے ایک نیک فال تھی ورنہ اگر وہ ہزار بارہ سو سوار ملکر حملہ کرتے
اور تیر برسلاتے تو حمیدہ بانو بیگم کا پتہ بھی نہیں لگتا جب حمیدہ بانو نے دیکھا کہ مخالف کا ایک ریلا
میری طرف بڑھا مگر ساتھ ہی اسکو یہ تعجب ہوا کہ یہ وجہ کیا ہے جو یہ لوگ مجھپر حملہ نہیں کرتے
شاید مجھے زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سوچکر چاہتی تھی کہ ان پر حملہ آور ہو کہ شریف حسن
نے ایک زور کی آواز میں یہ کہا۔ نوجوانوں فوراً ادھر کا رُخ کرو مخالفین نے مجھے گھیر لیا ہے
وہ پریشان ہو کر واپس پھرے۔ حمیدہ بانو بیگم نے یہ موقع غنیمت پا کر پشت سے حملہ کیا
اور یہ غل مچا کر کہا اب تمہارا فریب اور دغا معلوم ہو گی کہ میری مدد کو اور فوج بھی آگئی۔
حمیدہ بانو کے اس افسوں نے کچھ ایسا کام کیا کہ شریف حسن کی فوج میں کھلابلی پڑ گئی
ادھر حمیدہ بانو کی فوج ہوشیار ہو کر کلہ بکلہ جنگ کرنے کو مستعد ہو گئی پھر جو جنگ کا گھمسان
پڑا ہے الٰہی توبہ بھٹے کی طرح سر اُڑ اُڑ کر گر رہے تھے۔ سواے چخا چخ کی آواز
اور تیروں کی جگر خراش سائیں سائیں کے اور کچھ نہ سنائی دیتا تھا یا کہیں زخمیوں کی

دل ہلا دینے والی صدائیں بلند ہو رہی تھیں وہ صدائیں جو سینہ کو چاک کئے ہوئے تھیں
صبح تک برابر جنگ ہوتی رہی - حمیدہ بانو سخت زخمی ہوئی مگر زیادہ خوشی کی بات یہ ہے
کہ آخر کو حمیدہ ہی کی فتح رہی -

یہ فتح گویا زخموں پر ایک مرہم تھا جسنے اسے کسی قدر تندرست بنا رکھا تھا - حمیدہ بیگم کے
دہنے ہاتھ میں سخت ضرب آئی تھی - شانہ اُتر گیا تھا اور پیشانی پر سخت زخم آیا تھا کیونکہ ایک
گُرز نے خود کو ایسا پچکا دیا تھا کہ وہ ناک تک آگیا اسی نے پیشانی پر کئی خونی خط کھینچ دئے
تھے ان میں سخت زخم لگا تھا - غرض اوپری زخموں سے تو سارا بدن ہی چور چور ہو رہا تھا مگر
دو تین ایسے گہرے زخم تھے کہ جنہوں نے حمیدہ بانو بیگم کو مجبور کیا کہ وہ محاصرہ کو چھوڑ دے
اور اپنی فوج کو سلطانہ کے قریب لیجاکر ڈالدے چنانچہ سخت بیعزتی سے حمیدہ بانو نے
اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا اور وہاں سے تیس میل کے فاصلہ پر سلطانہ آپڑی -

کسی چیز سے زخموں کو آرام نہیں ہوا دن بدن تکلیف بڑھتی چلی گئی - جب حمیدہ بانو اپنی
زندگی سے مایوس ہوئی تو اسنے اپنے لشکر کے سرداروں کو بلاکر کہا کہ میری زندگی کا پیمانہ
لبریز ہو چکا ہے شاید میں دو چار دن کی اور مہمان ہوں اگر میں جیتی رہی تو استخرہ کو ضرور فتح
کرونگی اور جو مر گئی تو تم میری نعش کو قلعہ کی دیواروں سے ضرور لگا دینا -

سردار رونے لگے اور انہوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں - سلطانہ میں ایک بڑھیا عورت نے
عرض کی کہ اگر مجھے حکم ہو تو میں ۱۲ دن میں غسل صحت کرا دونگی - چونکہ حاذق اطبا کے
علاج سے جو حمیدہ بانو کے ساتھ تھے کچھ آرام نہوا تھا اسلئے اسکو بڑھیا کی بات کچھ درست
نہیں معلوم ہوئی اور اُسپر اتنا دھیان نہیں کیا - مگر اُس چالاک بڑھیا کے بار بار اصرار سے
حمیدہ بانو نے اُسکا معالجہ منظور کر لیا -

کپتان مور صاحب اپنی کتاب سفیر ایران میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایران کے ہر قریہ میں
علاج کرنے والی عموماً عورت ہی ہوتی ہے کہ جسکو انگریزی میں نرس کہسکتے ہیں - یہ عورت جس
گاؤں میں ہوتی ہے سب مرد و زن اسی سے اپنا اپنا علاج کراتے ہیں - خدا کی شان تھی کہ
اُسکا علاج موافق آگیا اور حمیدہ بانو کو آرام ہونے لگا ۱۲ دن میں حسب وعدہ اسنے حمیدہ بانو
کو غسل صحت کرا دیا - اور اب پھر قلعہ استخرہ کی اُمنگیں حمیدہ بانو کی طبیعت میں موجزن
ہونے لگیں - اسکی ذکر کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ بانو نے اس بڑھیا کو کیا کیا کچھ زر و

جواہر عطا کیا صرف یہی لکھنا کافی ہے کہ اسے ایسا مالامال کر دیا کہ اگر وہ اس دولت کو فضول خرچی سے بھی اُٹھائے گی جب بھی کئی پیڑی تک اسکی دولت ہرگز نہیں گھٹے گی۔
اس شبخون میں حمیدہ کے ساڑھے تین ہزار سوار و پیدل مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے تھے ہنوز رسد کا سامان حمیدہ کے پاس بخوبی تھا اسی اولوالعزمی سے بانو نے قلعہ استخرہ کی طرف باگ اوٹھائی۔ بانو کو اس خفیف شکست نے تجربہ کار بنایا تھا اور اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ مخالفین میں یہ قدرت ہے اور یہ مردانگی ہے اور ان کے جنگ کرنے کا طریقہ یہ ہے۔
جب بانو استخرہ کے قریب پہونچی تو اب کے چھ سات میل سے فوج نے مقابلہ کیلئے کمر کی شریف حسن قلعہ ہی میں رہا اور صرف دو ہزار پیدل اور پانسو سوار اپنے داماد عبداللہ کی سرکردگی میں روانہ کئے۔ غرض تین دن تک دو نو لشکر خوب داد مردانگی دیتے رہے اسی دن قلعہ استخرہ کا محاصرہ بہت آسانی سے ہو گیا اور گیارہ دن میں اسے فتح کیا یہ فتح ماہ جولائی ۱۳۸۱ء میں ہوئی۔
شریف حسن تو میدان جنگ میں قتل ہو گیا تھا مگر اسکی تمام بیویاں بچے گرفتار ہو گئے تھے حمیدہ نے ان کے ساتھ فیاضانہ اور رحیمانہ برتاؤ کیا اور اپنے ایک معتمد کو استخرہ حوالہ کر کے بغداد میں تیمور سے آملی۔ یہ واقعہ ایک ایسا مشہور ہے کہ جسنے زبردستی تعریفی الفاظ اپنے لیئے مورخین کے لئے مخصوص کرالئے ہیں۔ دوسرا واقعہ اور بھی قلمبند کیا جاتا ہے جس سے اسکی عقلمندی اور صبر و رحم معلوم ہوتا ہے۔ چند بیگموں کے بھکانے سے تیمور ایک موقع پر حمیدہ بانو سے کچھ کبیدہ خاطر ہو گیا یہاں تک کہ عصمت پناہ خاتون نے بھی یہ پہچان لیا کہ میرا معزز خاوند مجھ سے رنجیدہ ہے مگر بانو کو رنجش کا سبب معلوم نہیں ہوا ایک دن کابل کے قلعہ پر چاندنی رات میں بیٹھا ہوا تھا۔ بانو بھی پہلو بہ پہلو موجود تھی تیمور نے اپنی رکی ہوئی اور افسردہ آواز سے کہا کہ بیگم دو تارہ پر کچھ گاؤ یہ موقع بانو کے لئے بہت بہتر تھا۔ اسنے اپنی درد انگیز آواز سے تیمور کو کچھ ایسا محو بنا دیا کہ وہ وجد انگیز خوشی کی حالت میں یہ کہہ اُٹھا بیگم میری ناراضی کا سبب تمہیں معلوم ہے حمیدہ بانو نے ذرا متعجب ہو کر جواب دیا نہیں حضور یہ کبھی یقین نہیں ہو سکتا کہ فرمانبردار لونڈی سے حضور ناراض ہوں گے یہ خداوند نعمت کیا فرماتے ہیں۔ تیمور نے چند منٹ خاموش ہو کر اسکا یہ جواب دیا شاید یہ تمہاری از دیاد محبت کا تقاضا ہی کہ تم میری کشیدگی بھی محبت سمجھتی ہو ورنہ میں سچ کہتا ہوں کہ تم سے سخت ناراض تھا

مگر تمہاری موسیقی خیز گانے نے ان ناراضی کے نقوش کو میرے دل سے مٹا دیا جو تمہاری طرف سے پڑ گئے تھے اب میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ میں تم سے ناراض کیوں ہوا تھا جب تمنے مجھے ہندوستان کے معاملہ میں مشورہ دیا ہے اور تمہارے شورے سے مجھے کامیابی حاصل کی ہے تو تمنے اپنی سہیلیوں میں بیٹھکر یہ کہا تھا کہ اگر میں امیر تیمور کی بیوی نہ بنتی تو اُسے کبھی کامیابی حاصل نہ ہوتی جو اب ہو رہی ہے۔

حمیدہ بانو یہ سُنکر رونے لگی اور اسنے اسی رونکھی آواز میں یہ کہا مجھے خبر نہیں کہ میں نے اپنی بدقسمتی سے اپنے مخالف بھی پیدا کر لیئے ہیں۔ جہانتک میرا خیال ہے میں سچ کہتی ہوں کہ میرے خیال میں میرا کوئی ایسا مخالف نہیں ہے کہ جو مجھپر یہ افترا پردازی کریگا کیونکہ آجتک میری بھی کوشش ہو رہی ہے کہ مجھسے کسی کا دل نہ دُکھے۔ حضور وہ زبان جل جائے جس سے یہ الفاظ نکلے ہیں وہ دماغ خاک میں ملجائے جس میں ان باتوں کا خیال بھی سمایا ہو حمیدہ کی یہ باتیں کچھ ایسی پُر اثر تھیں اور خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب تیمور خوش ہو کہ آخر تیمور کا پہلا غضب افترا پرداز پر پلٹ پڑا اور اب تیمور کا قطعی ارادہ ہو گیا کہ میں اُسے ضرور قتل کا حکم دونگا۔

جسنے حمیدہ کی طرف سے بھڑکایا تھا یہ امپیریل نامی مسیحی خاتون تھی جس سے امیر تیمور نے ۱۳۸۰ء میں شادی کی تھی۔ امیر تیمور کے تیور حمیدہ کو معلوم ہو گئے وہ سمجھ گئی کہ امیر کا یہ غصہ جو میرے لیئے پک رہا تھا کیا ایک صبحکو امپیریل جسکا خطاب مسیحی بانو بیگم تھا پلٹ پڑیگا اب یہ کیونکر ہو کہ اسکی جان بچ جائے ہر چند چاہا کہ اسی وقت سفارش کا کوئی موقع ملے لیکن نہیں ملا۔ صبحکو خواجہ سرا کو بلا کر حکم کیا کہ مسیحی بانو بیگم کی مُشکیں کسکر یہاں لاؤ اور ایک قلماقنی بھی خنجر و طشت لیکر حاضر ہو۔

صرف حکم کی دیر تھی امپیریل آموجود ہوئی۔ رنگت زرد تھی۔ اور سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپ رہی تھی اور اُسے یقین ہو گیا کہ میرا افسون اُلٹا مجھ ہی پر پلٹ پڑا۔ جب وہ تیمور کے آگے کھڑی ہوئی تو پہلو میں کرسی پر بانو بھی بیٹھی ہوئی تھی۔

تیمور نے صورت دیکھتے ہی ایک زور کی آواز میں یہ کہا کہ اے مسیحی خاتون تو جانتی ہے کہ تجھے کس جرم میں گرفتار کیا ہے اور کس جرم میں تجھے سزائے موت دیجاتی ہے مسیحی خاتون نے سوائے رونے اور زاری کرنے کی کچھ نہ کہا پھر تیمور ہی نے اصلی ماجرے سے

مطلع کیا کہ تو نے میری مشیر اور پیاری وفادار بیوی پر افترا پردازی کی تھی اور چاہتی تھی کہ حمیدہ قتل کیجائے مگر تیرا افسوس مطلق نہ چلا اور اُلٹا اسنے تیرا ہی فیصلہ کر دیا تجھے یہ خبر نہیں کہ کذب سے میں ایسا ہی جلتا ہوں کہ جیسے سچا مومن کفر سے (حمیدہ کیطرف اشارہ کرکے تم اُٹھو اور اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کرڈالو حمیدہ نے یہ موقع شفاعت کا اچھا دیکھا وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور اسنے دست بستہ یہ عرض کیا اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں اشارہ ہوا کہو۔ حمیدہ دست بستہ یہ گویا ہوئی اب تک حضور جس بات پر مجھے فخر تھا افسوس یہ ہے کہ اسکا خون ہوا جاتا ہی اگر اب اور میرے بعد میری شہرت کی باعث ہوگی تو صرف یہی بات جسکی حفاظت میں نے اب تک کی اور جو اب برباد ہوئی جاتی ہے۔ اگر مجھپر رحم کیا جائے تو خدا کی اس ودیعت کو برباد نہ کیا جائے جسکی طرف سے میں اسکی محافظ بنائی گئی ہوں تیمور کو یہ سُنکر سخت تعجب آیا اور وہ حیران ہوکر یہ کہنے لگا کہ ہائیں حمیدہ یہ تو کیا کہ رہی ہے۔

حمیدہ (اپنی ٹوٹی ہوئی آواز سے) حضور میں اب تک صفت سے مشہور ہوں کہ میں نے آجتک کسیکا دل نہیں دُکھایا ہے اب دل دُکھانا تو کجا صرف میری وجہ سے ایک جان ماری جاتی ہے۔ اگر حضور کو مجھپر رحم آوے اور میری التجا پر کچھ توجہ مائل ہو تو یہ مسیحی خاتون آزاد کر دی جائے اور ہرگز اسکے خون سے زمین تر نہ کیجائے۔

غرض حمیدہ کی اس مستعدانہ شفاعت سے امیر تیمور نے مسیحی بیگم کی جان بخشی کی۔ اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں کہ جو دلچسپی بڑھاتے ہیں۔

حمیدہ نے ایک فرانسیسی ہملٹن نامی سے کچھ دن فرانسیسی زبان سیکھی تھی مگر اس خیال سے کہ کوئی نیا افترا پرداز نہ پیدا ہو اور جان کے لینے کے دینے پڑجائیں اسکو موقوف کر دیا تھا پھر وہ تیمور کے ہاں مترجم مقرر ہوگیا۔

آخر عمر میں عبرانی بھی خوب سیکھ لی تھی۔ حمیدہ کے انتقال کے کچھ دن بعد جب اسکے کاغذات ملے ہیں تو ان سے معلوم ہوا ہے کہ اسنے عبرانی کے محاورات پر بہت بڑے بڑے عالمانہ اعتراض کئے ہیں۔

ان اعتراضات سے صاف ایک قابل شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اس بیگم کی کتنی قابلیت تھی اور اسکا اکثر وقت علمی کتابوں کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا۔ گو علمی قابلیت جیسی کچھ چاہیے

حاصل نہ تھی لیکن پھر بھی بغیر اُستاد کے سیکھے بعض بعض علم کی تھوڑی باتیں جانتی تھی۔ ہاں علم موسیقی میں اُسے خوب مہارت تھی اور وہ اپنی باقاعدہ خوش آواز سے وہ وہ نکات موسیقی کے ادا کر جاتی تھی کہ بڑے بڑے موسیقی داں حیران رہ جاتے تھے حمیدہ جسوقت خالی بیٹھتی تو علم مثلث کی شکلیں کاغذ پر کھینچا کرتی تھی اور وہ یہ جانتی تھی کہ مجھے اس علم کا بہت کچھ حصہ ملا ہے اسکا دل یہ چاہتا کہ مجھے تمام جہان کے ہنر اور فن آجائیں اور میں نہ صرف اپنے خلق اور بہادری میں مشہور ہوں بلکہ علوم مختلفہ میں بھی مجھے کمال حاصل ہو جائے۔

حمیدہ کو کچھ سینا پرونا نہ آتا تھا ہاں زرہ بکتر خوب بناتی تھی جتنی زرہ بکتریں کہ امیر تیمور جنگ میں استعمال کرتا تھا وہ سب اسی کے ہاتھ کی بنائی ہوتی تھیں۔ اس سے بڑی جل جاتی تھی اگر کوئی اسکی تعریف اسکے منہ پر کر دیتا تھا۔

گو مسلمان ہو گئی تھی کبھی تنہائی کی حالت میں اپنے سابق زرتشت کی محبت پھر عود کر آتی اور وہ چقماق کو جھاڑ کر آگ کی پرستش کرنے لگتی پنجوقت نماز کی پابند نہ تھی نہ تیمور ہی پابندی سے پنج وقتہ نماز ادا کرتا تھا۔ باایں‌ہمہ حمیدہ بانو اپنے وقت کی باحیا اور بہادر خلیق عورت ہوئی ہے۔

سیتھم نے اسکی بابت بہت کچھ تحریر کیا ہے وہ لکھتا ہے۔ حمیدہ ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتی تھی کہ اپنے غضبناک جوشوں اور نفسانی خواہشوں کو اپنا مطیع بناؤں۔

اسنے اپنے ایک خط میں جو ایک آتش پرست کے نام لکھا ہے اپنے خیالات مذہبی ظاہر کر دیئے چونکہ خط کا مضمون بہت دلچسپ ہے اسلیئے سیتھم کی تاریخ نسواں سے ہم نقل کرتے ہیں وہو ہذا

رکن اعظم مذہب زرتشتی جمشید آدینہ

حضور کا خط مجھے پہونچا۔ آپ نے میری حالت اور میری خیالات پر جو کچھ افسوس کیا ہے میں نہیں جانتی کہ اسکا کیا جواب دوں۔ آپکا یہ لکھنا کہ میں تیمور کی بیوی بنکر مسلمان ہو گئی شاید صحیح ہو وجہ یہ ہے کہ شادی سے پہلے میں مسلمان ہو گئی تھی۔ اب یہ سوال کہ مجھے اسلام میں کونسی بات معلوم ہوئی جو تو مسلمان ہو گئی نہایت باریک اور سخت ہے۔ چونکہ پسند و ناپسند کا تعلق دل سے ہے اور دل کی کیفیت ظاہر کرنیکے لیئے انسان کی زبان میں الفاظ نہیں پیدا ہوئے اسلیئے میں معذور

لکھنا کافی جانتی ہوں کہ میرے دل کا میلان ہی اس طرف ہے اس میں میرا کیا بس ہے۔ رہا یہ کہ زرتشت کی عزت میرے دل میں ہے یا نہیں اس بات کا خدا گواہ ہے کہ میں زرتشت کی ویسی ہی توقیر کرتی ہوں جیسی آتش پرستی کے زمانہ میں تھی۔

یہ اسکی طول طویل خط کا خلاصہ ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسکی کتنی قابلیت ہے۔

اَب اُن عمارتوں کا بیان کیا جاتا ہے جو اُس نے بنوائی تھیں۔

یہ عمارتیں تیمور کے مرنے کے بعد اسنے بنوائی تھیں۔ دو شفا خانے۔ چار مدرسے۔ تین مسافرخانے اَب تک عربستان میں اسکے نام کی یادگار رہی ہیں۔ ارض روم میں اسنے ایک مسجد بنوائی تھی اس میں ایک مسافرخانہ اور ایک کتب خانہ اور ایک مدرسہ تھا۔ گو وہ اب ویران پڑا ہوا ہے لیکن پھر بھی حمیدہ کی شان و شوکت دیوار و در سے آشکارا ہے۔

اس وسیع مسجد کا نام مسجد حبیبہ ہے۔ اس میں بیس لاکھ روپیہ لاگت کے لگے تھے مگر مختلف حملہ آور اسکی قیمتی ستون اور پتھر اکھیڑ اکھیڑ کر لے گئے اَب وہاں کھیتی باڑی ہوتی ہے یا عرب اپنی مویشی چراتے ہیں۔

جب تیمور کا انتقال ہوا ہے تو تیمور کی دو بیویوں کا اسکے سامنے ہی انتقال ہو چکا [illegible] مگر صرف حمیدہ اور عباسہ زندہ تھی۔ جب تیمور کو بخار چڑھا ہے اور اسکی بُری حالت ہوی ہے تو حمیدہ نے اسی جانکندنی کی حالت میں تیمور سے کہا آپ میرے لیئے کیا حکم کرتے ہیں۔

تیمور پر چونکہ کرب کی حالت ہوئی تھی اسلیئے اسنے اشارہ سے روکدیا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ کوئی پندرہ منٹ کے بعد سنبھل کر اسنے یہ کہا پیاری میں اپنی زندگی ہی میں یہ فرمان جاری کر دیتا ہوں کہ میرے پیچھے تم سلطانہ بنائی جاؤ۔ یہ کہکر تیمور بیہوش ہوگیا اور پھر مرتے دم تک اسے ہوش نہ آیا

جب تیمور کا انتقال ہوگیا ہے اور میران شاہ ایک عظیم الشان کشت و خون کے بعد تخت پر بیٹھا تو حمیدہ نے اس سے رخصت چاہی میران شاہ حمیدہ کا سوتیلا بیٹا تھا ہرچند اسنے چاہا کہ میں اپنی سوتیلی ماں کو اپنے پاس رکھوں لیکن حمیدہ کو نصیب نہیں ہوا اور یہ سیدھی زرد جواہر لیکر طفلس جو حال میں کوہ قاف کا دارالخلافہ ہے چلی گئی۔ حمیدہ کے ساتھ صرف اسکی جان نثار دس لونڈیاں تھیں جو اپنی بیگم پر جان نثار کرتی تھیں اور اسکے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانا فرض سمجھتی تھیں۔

طفلس کا خوش منظر اسے اچھا معلوم ہوا اور اسنے ارادہ کیا کہ اپنی مستعار عمر کا باقیماندہ حصہ طفلس میں

صرف کردوں - یہاں اسنے اپنے لئے کوہ کری پر ایک نفیس عمارت بنوائی اور وہاں ہی رہنے لگی
چونکہ حمیدہ بانو بیگم ہر دلعزیز تھی اسلیئے میراں شاہ جلال الدین کے بعض بعض خودغرض کاموں سے بتنگ آ کر اکثر حمیدہ کے پاس عرضیاں بھیجا کرتی تھی کہ اگر تم ادھر ارادہ کرو تو ہم میراں شاہ کو قتل کر ڈالیں اور امیر تیمور کی وصیت کے بموجب تمہیں سلطانہ بنادیں لیکن اس سیر چشم خاتون نے کبھی سلطنت کی پرواہ نہیں کی اور ان کا جواب لکھتی رہی کہ اگر اپنے دین و دنیا میں سُرخرُو کرنا ہے تو اپنے نامدار آقا کی اطاعت کرو ورنہ دونو جہان میں ناکام رہوگے - اسکی نیک نیتی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ سلطنت پر بھی لات ماری اور ذرا توجہ نہ کی -
تیمور سے سات بچے ہوئے اور ساتوں شیر خوار کی حالت میں مر مر گئے - کوئی بال بچہ نہتا کہ جس سے یہ دل بہلاتی صرف شب و روز سوائے کتب بینی کے اور کچھ کام نتھا - حمیدہ بازاری بازاروں باغوں جنگلوں کی سیر گھوڑے پر چڑھکر کیا کرتی تھی - تیمور کے ہاں بھی اسنے پردہ نہیں کیا آخری عمر میں اپنے ساتہ ایک داغ لی گئی اور وہ داغ اسکے پاک دامن پر متعصب مورخوں نے لگایا ہے -
مسٹر جانسن اپنی کتاب ری ویس آف ایشیا کے صفحہ ۱۳۱ میں لکھتے ہیں کہ ہرچند حمیدہ نے کوشش کی کہ میرزا سلیمان گورگانی کی عشق کی آگ کو چھپائے لیکن ممکن نہیں ہوا - یہہ شہزادہ شاید ۲۰ برس کی عمر کا تھا اور حمیدہ عموماً باغوں کی سیر اسکے ساتہ کیا کرتی تھی جس سے لوگوں کی بدگمانی کو ترقی ہوئی آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ حمیدہ اپنی باندیوں کو ساتہ لیکر باطوم چلی گئی -
مگر پھر بھی صاحب بہادر آگے جاکر لکھتے ہیں کہ شہر والے اور کوئی وجہ اپنی بدگمانی کی سوا اس کے اور کچھ نہیں بتا سکتے کہ انہوں نے ان دونوں کو اکثر بار تنہا ساتہ ساتہ پھرتے ہوئے دیکھا ہے - یہ ایسی کوئی مضبوط وجہ اپنی بدگمانی ممالک مغربی میں نہیں ہوسکتی چونکہ مشرقی بدگمان بہت ہوتے ہیں اسلئے ایسی ایسی باتیں بنا دینی ان کے آگے کچھ بات نہیں رکھتیں -
ہم جہاں تک اس پاک خاتون کے چال چلن کا اندازہ کر سکتے ہیں یہ ہے کہ وہ ایک پاکباز اور جانباز خاتون تھی شجاع مرد ہو یا عورت وہ ہرگز شنیع فعل کی طرف رغبت نہیں کرتا -
مگر جلال الدین شبرو یہ جو طفلس کا اعلی درجہ کا مورخ ہے وہ اپنے روزنامچہ میں لکھتا ہے

ایسی ایسی بیہودہ خبریں کہ جنکا سر نہ پیر میرزا سلیمان گورگانی اور حمیدہ بانو بیگم ملکہ حضرت جنت آشیانی سلطان المعظم امیر تیمور صاحبقراں مرحوم مغفور کی نسبت سنتا رہتا ہوں لیکن جب بذات خود میں ان خبروں کی جانچ پرتال کرتا ہوں تو ان کی سراسر کذب میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا۔ کوئی کچھ اڑاتا ہے اور کوئی کچھ مشہور کرتا ہے مگر یہ ساری گپیں میرزا سلیمان گورگانی کے دشمنوں کی ہیں ورنہ نہ تو حمیدہ ایسی ہے اور نہ یہ نوجوان شہزادہ ایسے ہیں۔ یہ سب کچھ ہے مگر کئی مورخ اسکے خلاف لکھتے ہیں اور وہ حمیدہ کے چال چلن کی نسبت اپنا شبہ ظاہر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہزاروں آدمیوں کا کہنا غلط نہیں ہوسکتا کچھ نہ کچھ وال ہیں کالا کالا ضرور ہوگا مگر مل مین صاحب نے اس امر کا فیصلہ اپنی کتاب میں صاف صاف کردیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہماری سخت بزدلی ہو کہ ہم ایسا نامردی کا حملہ اس شجاع خاتون پر کریں کہ جو امیر تیمور کی ملکہ تھی اور جسنے اپنی جوانمردی اور عالی حوصلگی سے اس قہار سلطان کو اپنا مرید کرلیا تھا اور صرف اپنی بیجگری سے کئی سخت سخت مہمیں سر کی تھیں۔ کوئی واقعہ بدقسمتی سے میری نظر ایسا نہیں پڑا کہ جس سے میں بھی اپنی تاریخ کے حروف مشتبہ سیاہی سے مرقوم کرتا لیکن میں اپنے سچے دل سے کہتا ہوں کہ میں نے جہانتک تاریخوں کے صفحے الٹے ہیں کوئی بھی ایسی گواہی نہیں دیکھی جس سے اس عصمت پناہ خاتون پر کوئی بدنما الزام قایم کرنیکی جرأت کرتا۔

یہانتک مل مین صاحب کی عبارت ہوئی اب ہم انصاف کرنیکے لئے اپنی ناظرین کیلئے چھوڑتے ہیں

جہانتک حمیدہ کی تاریخ پر نظر جاتی ہے اسقدر تو معلوم ہوا کہ میرزا سلیمان گورگانی سے اسے دلی محبت ہوگئی تھی اور یہ محبت پاک محبت تھی جیسی سگی بہنوں میں ہوتی ہے۔ مجھے حمیدہ کا ایک خط جو میرزا سلیمان گورگانی کے نام لکھا ہے جلال الدین شیرویہ نے اپنے روزنامہ میں نقل کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ حمیدہ کو نوجوانوں سے کیسی محبت تھی۔ وہ خط ہم بجنسہ درج کرتے ہیں۔ وہو ہذا۔

محبت و مودت پناہ میرزا سلیمان گورگانی

ابھی مجھے تمہارا خط پہنچا تمہاری ناسازی طبع سنکر مجھے رنج ہوا۔ میں تمسے اسی لئے بار بار کہتی تھی کہ تم زیادہ رات کو کتابیں نہ دیکھا کرو مگر تم اپنے سچے شوق میں کچھ نہ سنتے تھے آخر نتیجہ یہ ہوا کہ تم مریض ہوگئے اب مجھے تمہاری صحت کی دعا مانگنا پڑی خدا کرے تم بہت جلد اچھے ہوجاؤ کہ پھر ہم تم ساتھ بیٹھکر کتابیں دیکھا کریں فقط۔

یہ رقعہ کچھ ایسا مبہم ہے کہ اس سے کچھ نہیں کھلتا کہ آیا ان دونوں میں کس قسم کی محبت ہے لیکن جب طفلس
کے اعلیٰ حلقوں میں اس بات کا چرچا ہونے لگا اور یہ قابل تنفر خبریں حاشیے چڑھ چڑھ کر حمیدہ
کے پاس آنے لگیں تو حمیدہ نے ناچار طفلس چھوڑ دیا اور باطوم جا رہی مگر اس کا طفلس
چھوڑنا ہی غضب ہوا اب سبکو تصدیق ہوگئی اور جن کو شبہ تھا کہ یہ پارسا ہے جاتا رہا۔
یقین دلانے والی بات ایک یہ بھی تھی کہ چلتے وقت میرزا گورگانی کے لئے اپنے مکان کو مع
امیرانہ ساماں کے حوالہ کر گئی۔ سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ اسکے جانے کے چند ہی روز بعد
میرزا سلیمان کا بھی درد قولنج سے انتقال ہوگیا۔ اسکا مرنا کیا ہوا لوگوں کے ہاتھ ایک بات
لگ گئی کوئی کہتا تھا زہر کھا کر مر گیا اور کوئی کہتا تھا کہ فراق میں تباہ ہوگیا۔ کوئی کہتا تھا کہ وہ
خود زہر دیکر چلی گئی کہ کہیں میری زیادہ بدنامی اسکے زندہ رہنے سے نہ ہووے غرض اسی قسم کی
گپیں بہت دھوم دھام سے طفلس میں اڑنے لگیں اور گمنام خط باطوم میں حمیدہ کے پاس
پہونچنے لگے کوئی آخر حمیدہ وہاں بھی نہ ٹہری اور سیدھی شہروں کو پھلانگتی ہوئی قسطنطنیہ چلی آئی
یہاں واقعی اسکو بہت آرام ملا کیونکہ یہ اسنے بڑی ہوشیاری کی تھی کہ کسی کو قسطنطنیہ میں یہ
نہ معلوم ہو کہ یہ امیر تیمور کی بیوی ہے تو پھر آزادی میں خلل پڑ جائیگا۔ قسطنطنیہ ہی میں اسکی عمر
کا پیالہ لبریز ہوا اور اسی سرسبز شہر میں چھلکا۔ یہاں حمیدہ کو ترکی خواتین کی تاریخ لکھنے کا اچھا
موقع ملا کیونکہ جو نوٹ اسنے سفری مشاہدوں اور کتب بینی کی تحقیقات میں کرلئے تھے یہاں
شائستہ عبارت میں انہیں قلمبند کرنے کا اچھا موقع ملگیا۔ ترکی خواتین کی تاریخ ایک ضخیم جلد میں
مدون ہے اس میں ۴۰ ابواب ہیں۔ اس کتاب میں ترکوں کی خواتین کی عادت۔ طرز معاشرت
باہمی میل جول۔ تہذیب۔ اپنے خاوند کے ساتھ محبت۔ خانہ داری کی انتظامیہ کیفیت۔ غرض سب
مفصل طور پر لکھی ہے۔ اور پھر یہ بھی بتائی گئی ہے کہ عورتوں کو کیونکر انتظام خانہ داری کرنا چاہیے
وہ کونسی باتیں ہیں کہ جن سے خواتین اپنے متعلقین کی نگاہوں میں وقعت سے دیکھی جائیں اور
ان کا خاونداں سے ہمیشہ خوش رہوے۔ غرض اسی قسم کی نصیحتانہ باتیں اسمیں درج ہیں۔
اسی کتاب میں ماؤں کو بچوں کی پرورش کے طریقے بھی بتائے ہیں اور سکھایا ہے کہ شہزادیاں
اپنے بچوں کی کیونکر پرورش کریں اور ان کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کریں کہ ان میں زنانی بوباس
نہ کر جائے۔
دوسری کتاب جسکا نام "تیمور کی فتوحات ہند میں" ہے ایک لاجواب تاریخ ہے۔ اس میں

حمیدہ نے ان مورخوں کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے کہ جنہوں نے ابتدائی فتوحات سے تیمور ذکر
کیا ہے۔ جو باتیں کہ تیمور کی اس میں لکھی ہیں کسی اور تاریخ میں کم دیکھنے میں آئی ہیں۔ تہائی
پہلے کتاب میں تو امیر تیمور کے چال چلن۔ مزاج خصلت پر بحث کی ہے اور باقیماندہ حصہ
میں مختصر طور پر کچھ اپنا تذکرہ لکھا ہے۔ اپنی پیدائش کی ساری کیفیت اور اپنے خاندان کا
مفصل حال درج ہے۔ خیر اسکے اور حالات کو لکھکر میں طول نہیں دینے کا لیکن اسکے
مسلمان ہونے کیفیت ضرور لکھنی باقی ہے جس میں دلچسپی کا مادہ بہت بڑھا ہوا ہے۔
یہ کتاب چونکہ اسی کی تصنیف سے ہے اسلئے اسنے اپنے واقعات اپنی قلم سے لکھے ہیں
حمیدہ نے لکھا ہے کہ میری پیدائش خاندان کے میں ہوئی میرا باپ یزدانی اپنے کو کاؤسی کہتا تھا
اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ کیخسرو کی نسل میں ہیں۔
خیر یہ میں نہیں کہہ سکتی کہ آیا میرے باپ کا خیال صحیح ہے لیکن پھر بھی یہ لکھتی ہوں کہ ہم شرفائے
ایران میں سے ہیں۔
حضرت عمرؓ کے حملے کیوقت سے اکثر خاندان مسلمان ہوگئے تھے چنانچہ میرے خاندان کے بھی اکثر
بزرگ مسلمان گذر گئے۔ میرا باپ کسی کی تلقیں اور وعظ سے مسلمان نہیں ہوا بلکہ ہوش سنبھالتے
ہی بچپن ہی سے وہ اپنے آتش پرستی طریقہ پر مشتبہ تھا۔
وہ اکثر دوسروں سے بحث کیا کرتا تھا کبھی عیسائی مذہب کی جانچ پرتال کرتا۔ اور کبھی یہودیوں
کی توریت کو ٹٹولتا آخر شدہ شدہ اس گفتگو کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ وہ مسلمان ہوگیا
میری ماں نے جب اپنے خاوند کو مسلمان دیکھا وہ مسلمان ہوگئی اب میں رہ گئی میری عمر
پوری گیارہ برس کی تھی گو میں ابھی بچہ ہی تھی لیکن مجھہ میں خدا داد عقل ایسی تھی کہ میں بغیر سوچے
سمجھے کوئی بات نہ کرتی تھی اور ہر بات کی فطرت میں پیٹھنے کی کوشش کرتی تھی جب
میں نے اپنے والدین کے یہ صورت دیکھی تو میں سخت پریشان ہوئی کہ اب کیا کروں مگر
میں اپنے والدین کی تعریف کرتی ہوں کہ انہوں نے مسلمان ہونے پر بھی مجھہ سے یہ نہ کہا کہ
تو بھی مسلمان ہوجا بلکہ میرے باپ نے نہایت شفقت سے کہا پیاری ام الحبیب تو ہرگز
کچھ شش و پنچ نہ کیجیو تجھے اختیار ہے کہ چاہے تو زرتشتی رہ اور دساتیر پر ایمان رکھہ اور
چاہے مسلمان ہوجا۔ میں تیرے خیالات میں تجھے پابند نہیں کرنا چاہتا۔
اپنے پیارے باپ کی یہ مشفقانہ تقریر سنکر میں بہت خوش ہوئی اور اب میں آزادی سے دونو

مذہب کے اصول پر غور کرنے لگی آخر نتیجہ یہ ہوا کہ میں بھی تیرہ برس کی عمر میں مسلمان ہو گئی۔ میرے مسلمان ہونے سے میرے والدین بہت خوش تھے کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ میں نے خوب سمجھ بوجھکر اسلام قبول کیا ہے۔ میرا کوئی بھائی نہیں تھا اسلئے میرے باپ کو یہ ارمان تھا کہ وہ مردانے کپڑے پہنایا کرتا تھا اور لڑکوں کی طرح مجھے ہر قسم کی علمی و سپاہیانہ تعلیم دلوایا کرتا تھا۔ پہلے میں نے گھوڑے پر چڑھنا سیکھا۔ اور پھر تیر اندازی کی تعلیم پائی غرض سپہ گری کے جتنے فن ہوتے ہیں وہ سب میں نے بطرز احسن سیکھ لئے۔ عموماً مسلمان رئیسوں کی صحبت ہمیں رہتی تھی لیکن میں اپنے وقت کو اکثر خلیفہ کے بچوں میں صرف کرتی تھی میں اور وہ اس طرح رل مل کر زندگی بسر کرتے تھے جیسے بہن بھائی رہتے ہیں۔ انکی صحبت میں میرا حوصلہ بھی بڑھ گیا اور میری عام واقفیت میں بھی ترقی ہونے لگی۔

مجھے علم حاصل کرنیکا زیادہ موقع نہیں ملا لیکن پھر بھی صرف خلیفہ کے بچوں کی صحبت میں میں نے علم حاصل کیا وہ اس سے زیادہ تھا اگر مجھے گھر میں تعلیم دیجاتی۔ پھر میں مدرسہ حربیہ سلطانیہ میں بھرتی ہوئی یہاں میں نے جنگ کے کل اصول سوا برس میں سیکھ لئے۔ اس اثنا میں میرے پاس کئی پیغام شہزادوں کے نکاح کے لیئے آئے لیکن میں نے انکار کیا کیونکہ میں نے قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ میں حتی الوسع اپنی شادی کبھی کسی سے نہیں کرنے کی۔ میں نے دیکھ لیا تھا کہ اُن بہنوں کو کتنی مصیبت ہوتی ہے کہ جنکا خاوند بُرا نکلتا ہے اور پھر انہیں ناک چنے چبانے پڑتے ہیں۔ میرے والدین سے اگر کوئی درخواست کرتا تو وہ صاف کہدیتے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے چونکہ بموجب اصول اسلام کے وہ اپنی شادی کرنے کی آپ مجاز ہے۔ اسلئے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے جہاں وہ راضی ہو ہم بھی خوش ہیں۔

جب میری انیس ۱۹ برس کی عمر ہوئی تو میں اپنے باپ کے ساتھ بایزید کے ہاں فوج میں نوکر ہوئی گو بایزید ایک مجھ ایسی نوجوان حسینہ لڑکی کو مردانہ میں رکھتے جھجکتا تھا مگر میری آتش زبانی نے اسکے تمام تذبذبات کو کھو دیا اور اب آزادی سے اسنے اپنی فوج میں مجھے لفٹنٹ کا عہدہ دیا میں چوبیس ۲۴ برس کی عمر تک اپنے ہم پیشہ سپاہیوں میں اسطرح رہی کہ جیسی سگی بہنیں بھائیوں میں رہتی ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ بُرے نامبارک جوش کبھی میری طبیعت میں نہیں اٹھے گو میں خوبصورت نوجوان قوی عورت تھی لیکن خدا کی شان ہے کہ مجھے کبھی اپنی نوجوانی کی اُبھار دیکھنے کا شوق نہیں ہوا کیا میری طبیعت ہی صاف تھی یا یہ بات تھی کہ کوئی نوجوان

کبھی کسی حالت میں میری طرف بری آنکھ سے نہ دیکھتا تھا جب کبھی جنگ میں جانے کا اتفاق ہوتا تھا یا بایزید مصنوعی جنگ کرنیکا حکم دیتا تھا تو میں اگر زیادہ مردوں سے کام نہ کرتی تھی تو ان سے کبھی کم بھی نہ کرتی تھی۔ بایزید مجھسے بیٹیوں کی طرح محبت رکھتا تھا اور بار بار میرے فوجی کام دیکھکر اپنے ہاتھ سے انعام دیا کرتا تھا۔ یکایک اسی اثنا میں بایزید کا تیمور سے مقابلہ ہوا کئی خونخوار جنگوں کے بعد بایزید کو شکست ہوئی اور میں بہت سے جان نثاروں کے ساتھ گرفتار ہوگئی۔

بس مسٹر ہاربرٹ کے ترجمہ سے جانسن نے صرف اسی قدر نقل کیا ہے۔ جو ہمنے ہدیۂ ناظرین کیا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ مسٹر ہاربرٹ جسنے اسکی کتابوں کا ترجمہ کیا ہی کہیں میرزا سلیمان گورگانی کی بابت کچھ ذکر نہیں کیا۔ بلکہ جہانتک ان کی انٹروڈکشن میں دیکھا ہے حمیدہ کے چال چلن کی تعریف ہی لکھی ہی۔ خیر مجھے جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکا اب میں اسکی دوسری کیفیت پر بحث کرتا ہوں کہ جو اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے۔

اپنی بیوگی کی حالت میں جب اسنے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جسکے کھنڈر اب بھی ناظرین کو افسردگی دے رہے ہیں تو اسکے علم کی دھوم تمام ملک میں مچگئی۔ اس مدرسہ میں عربی۔ ترکی۔ اور سنسکرت یونانی کے تمام علوم پڑہاتے جاتے تھے۔ تین پنڈت ہندوستان سے بھی گئے تھے۔ اور بعض دارالخلافہ یونان سے کئی پروفیسر لٹریچر کے لئے منگائے۔ کئی پرنسپل قاہرہ سے طلب کئے آٹھ سو لڑکے اس کالج میں پڑھتے تھے یہ کالج قسطنطینہ میں بنایا گیا تھا۔ کبھی کبھی خود بھی مختلف علوم پر پروفیسروں پرنسپلوں سے گفتگو کرتی۔ مگر یہ کالج شاید تین برس رہا ہوگا کہ ایکدن جب تعلیم ہو رہی تھی یکایک بجلی گری اور یہ بجلی ایک ہی چھت پر نہیں گری تھی بلکہ ایک لمحہ میں کئی درجوں کو توڑ دیا اور دو سو پچاس طلبہ کی جانیں ضائع گیں۔ گیارہ ماسٹر بھی راہی ملک بقا ہوئے۔

یہ صدمہ ایسا جانگداز تھا کہ جسنے کمر کو دوہرا کر دیا طلبہ آٹھ آٹھ آنسو روتی تھی اور اپنا سر پیٹتی تھی مگر یہ سب بے سود تھا آخر اس کالج کی پھر مرمت کرائی اور کئی مہینہ کے بعد دوبارہ سلسلۂ تعلیم شروع ہوا۔

گیارہ مہینے نہ گذرے تھے کہ ایشیاے کوچک میں جنگ چھڑ گئی اور پھر حمیدہ بانو کو بھی مجبوراً قسطنطینہ سے کوچ کرنا پڑا

۴۹ برسکی عمر میں جب احمر یہ میں تھی ایک سخت مرض کا دورہ ہوا جسنے حمیدہ کو یقین دلادیا

کہ تو اب نہیں زندہ رہونگی ایک دن شب کو جب بہت طبیعت گھبرائی تو اپنے مصاحب سے
یہ کہنے لگے خدا کا شکر ہے کہ جس آزاد طبیعت کی میں پیدا کی گئی تھی اسی آزادی
سے میں نے اپنی عمر گذار دی - اللہ کا ہزار شکر ہے کہ میں تیمور کی بھی ملکہ بنکر اُسیطرح
آزاد رہی مجھے ایک حسرت ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے کالج کو سرسبزی
کی حالت میں نہ دیکھا کاش اُمید کے موافق سرسبزی ہوتی اور طلبہ پاس کرکے نکلتے
تو مجھے وہ تحقق شادمانی حاصل ہوتی کہ قیامت تک اس کا اثر میری رُوح سے نہ جاتا
مگر خیر یہ میری تقدیر میں نہ تھا کہ میں اس نیک نامی اور ناموری کی مرجع بنتی -

اس کالج پر میرے سامنے ہی بجلی گری اور کمبخت جنگ نے اسکی اینٹ سے
اینٹ بجادی ؎ درداچہ گوئمت کہ چہا کرد روزگار ÷ باما ہر آنچہ کرد
جفا کرد روزگار ÷ مصاحب جو عربن تھی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا کر یہ کہنے لگی حضور
بیگم صاحبہ آپ کی نیک نیتی کا ثواب تو آپ کو ہو چکا اب چاہے جو کچھ خدا
کی مرضی ہے وہ ہو کر رہے گی مگر آپ کے مرض کی حالت ایسی خراب نہیں ہے کہ
جس سے زندگی کی طرف سے مایوسی ہو جائے اس وقت گرمی سے گھبراہٹ ہے
آپ ہرگز مایوس نہ ہوں اور خدا پر نظر رکھیں جس طبیب حاذق کا علاج ہے
وہ ایک نامی طبیب ہے اسنے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں آٹھ دس دن میں
تمہاری بیگم صاحبہ کو اچھا کر دوں گا -

حمیدہ کو اپنی طبیعت پر مَرَض کا غلبہ معلوم ہوتا جاتا تھا اور مصاحب یہ
تسکین آمیز الفاظ زبان پر لا رہی تھی - اصل میں مَرَض کی زیادہ شدت نہ تھی مگر
گھبراہٹ کی وجہ یہ تھی کہ حمیدہ کا دل ٹوٹا ہوا تھا - اسکی آرزوئیں اور امیدیں
خاک میں رل گئی تھیں -

مجھے طبیب کا ذکر کرنا مدنظر ہے - یہ شخص تقریباً ساٹھ برس کا تھا مگر اس کے ہاتھ
پیر ایسے قوی تھے کہ جس سے اسکی کچھ عمر نہیں جچتی تھی اور وہ خاصہ سرخ و سفید تھا
چونکہ گورنمنٹ احمریہ میں یہ موقر اطبا میں گنا جاتا تھا اسلئے حمیدہ نے اسی کا علاج
شروع کیا تھا - حمیدہ کی عمر گو ادھیڑ تھی لیکن اسکی اتقا کی پاکیزگی اور عصمت کی
تمتماہٹ اچھے ہونے پر چہرہ پر ایسی درخشانی کرنے لگی کہ شیخ عین الیقین نامے طبیب

از خود حمیدہ پر فریفتہ ہوگیا۔ رل مین صاحب نے اپنی کتاب میں شیخ عین الیقین صاحب کے رنگین تذکرہ کو بڑے چٹپٹے الفاظ میں لکھا ہے چونکہ یہہ واقعہ نہایت لذیذ ہے اور اس کا اشارہ حمیدہ بانو نے خود اپنی کتاب میں کیا ہے اسلئے اس کی صحت میں شبہ نہیں کیا جاتا۔

رل مین صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ عین الیقین صاحب گو ایک بڑے باوضع بزرگ تھے لیکن پھر بھی حمیدہ کے چہرہ کی صفائی اور اس کے خلق نے حمیدہ پر شیدا بنا دیا۔ مگر افسوس یہہ ہے کہ رفتہ رفتہ محبت کے یہہ جوشیلے جذبے جو پہلے صفائی اور پاکیزگی سے طبیعت میں اُٹھے تھے خراب خراب اور ناواجب جذبوں میں بدل گئے اور جب حمیدہ اچھی ہوگئی اور نہا دھو کر فارغ ہوئی تو شیخ عین الیقین صاحب بہت افسردہ ہوئے کہ جس بہانہ سے ہم یہاں آتے تھے وہ بہانہ تو جاتا رہا اب میں کیا کرونگا کیونکر مجھے اسکی زیارت نصیب ہوگی۔ جب حمیدہ بانو بیگم نے خلعت اور اشرفیاں دیکر رخصت کیا تو عین الیقین نہایت افسردہ ہو کر یہہ کہنے لگے۔ بیگم صاحب خدا نے اپنے فضل و کرم سے تمہیں اچھا کر دیا الحمد للہ کہ آپ اب صحیح و سالم ہیں مجھے قدرتی طور پر آپ کے خلق اور صاف طینتی سے الفت ہوگئی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں کبھی کبھی سلام کو حاضر ہوا کروں۔

حمیدہ کی طبیعت بقول رل مین صاحب کے صاف اور بے لوث تھی اسلئے اسنے بہت خوشی سے شیخ کو اجازت دی کہ جب آپ کا دل چاہے تشریف لے آیا کریں یہ اجازت گو معمولی الفاظ میں تھی لیکن عین الیقین صاحب کے گھرے ہوگئے اور وہ اسقدر خوش ہوئے کہ جسکی انتہا نہیں اب انہوں نے اپنا وقت مقرر کر لیا کہ مغرب کی نماز پڑھی اور داخل قصر ہوئے رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہونچی کہ نگاہوں سے میل ظاہر کرتے کرتے زبان سے بھی کچھ غرض کرنے لگے یہ باتیں طبیعی حمیدہ کو بری معلوم ہوتی تھیں اور وہ ان سے بہت چڑتی تھی مگر اس تنفر پر بھی اسنے کچھ نہ کہا اور ادہر ادہر کی باتوں میں ٹال دیا مگر وہ حضرت باز نہ آئے اور انکا موشی نیم رضا سمجھکر دوبارہ یہ الفاظ منہ پر لائے۔ محبت کرنا کچھ گناہ و جرم میں داخل نہیں ہے اے حمیدہ بانو بیگم جب تک تو میرے قلب پر ہاتھ نہ رکھے گی اسے تسکین نہیں ہو سکتی میں تجھ سے بہ لجاجت عرض کرتا ہوں کیا تو مجھے قبول کرتی ہے۔

صرف اس درخواست نے عصمت پناہ خاتون کے تن بدن میں آگ لگادی مگر پھر بھی
اس نے اپنے غصہ کو بہت پیا اور نہایت پیا اور نہایت سنجیدگی کی حالت میں اپنے کو
ضبط کرکے یہ بولی میرا آپ سے پہلا کوئی تعلق نہیں ہے صرف اس بدنصیب احمر ہم
میں آنے سے اتفاق سے ہیں. بیمار ہوگئی اور بیمار ہوکر آپ کی ملاقات نصیب ہوئی
مگر مریض کا طبیب سے اُسی وقت تک تعلق رہتا ہے کہ جب تک وہ مریض ہوا اور جب
اچھا ہوگیا پھر تعلق کس بات کا مگر آپ نے مجھ سے اَور بھی تعلق بڑھانا چاہا میں نے
اس خیال سے کہ آپ میرے والد کے برابر ہیں اور میں پردیسن ہوں کیونکہ چند ہی روز میں
یہاں اور رہوں گی اور پھر میرا ارادہ آنے جانے کا ہے۔ منظور کرلیا۔
یہ سُنکر بجاے اسکے کہ طبیب کچھ معذرت کرتا یہ کہنا شروع کیا آپ خواہ کچھ ہی باتیں
کیوں نہ بنائیں میں تو آپ کو دل دے چکا۔ عین الیقین کے ان الفاظ نے حمیدہ کے
ضبط کو توڑ دیا اور اَب اسکے غصہ کا پھوڑا پھوٹا۔ وہ کھڑی ہوگئی اور اسنے غضبنا کی
کی حالت میں یہ کہا اے طبیب بہتر ہے آپ یہاں سے تشریف لیجائیں ورنہ
مجھ سے بُرا کوئی نہیں ہوگا۔
یہ حالت دیکھکر طبیب کی آنکھیں کھُلیں اور وہ سنّاٹے میں ہوکر یہ گویا ہوا حضرت
بیگم صاحبہ آپ خفا نہ ہوں جو کچھ میں نے کہا وہ نہایت بیخودی کی حالت میں کہا میرا
دل میرے قابو میں نہیں ہے۔ خیر اگر آپ سچی محبت اور الفت سے بُرا مانتی ہیں تو
میں توبہ کرتا ہوں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ میں دل کے ساتھ کیا کروں یہ کمبخت نہیں مانتا
اگر صرف آپ کی یاد سے میرا دل خوش رہے اور میں بھی کوشش کروں کہ اسے خوش
رکھوں لیکن ان آنکھوں کو کیا کروں کہ جو آپ کے دیدار کی تشنہ ہیں۔

فرض کردم کہ زیاد تو دلم خورسند است لیکن ایں دیدۂ دیدار طلب را چہ علاج

عین الیقین کے اس جواب نے اور بھی عصمت پناہ ملکہ کے دل کو غصہ کی آگ سی بھڑکا دیا
اور اسنے اپنی جاں نثار خواصوں سے کہا کہ اسکو دھکے دیکر نکال دو اور اسکی خلعت وغیرہ
سب چھین لو۔ صرف اشارہ کی دیر تھی کہ طبیب صاحب دروازہ کے باہر دکھائی دئیے

ع پا بدست دگرے دست بدست دگرے ❊ نتیجہ یہ ہوا کہ عین الیقین کی نا واجب
کوشش نے اسے جیلخانہ ہی میں مار ڈالا۔ چونکہ اس واقعہ کو زیادہ طول سے بیان کرنا

مقصود نہیں ہے اسلئے یہاں ہی پر ختم کیا جاتا ہے۔
حمیدہ بانو بیگم نے اپنی کتاب "تیمور کی فتوحات ہند میں" اس بات کا اشارتاً تذکرہ کیا ہے اور وہ افسوس ظاہر کرتی ہے کہ اگر شیخ اپنی حالت میں رہتا تو یہ کبھی نہ ہوتا کہ اسکی یوں جان جاتی۔ بس زیادہ ذکر نہیں لکھا۔ سب سے زیادہ مشہور واقعہ حمیدہ بانو بیگم کا قید ہونا ہے۔ جس کا بیان ٹوٹے ہوئے الفاظ میں خود اس خاتون نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اس واقعہ سے یہ نہیں کھلتا کہ آیا یہ سانحہ کب گذرا اور کب پیش آیا لیکن ہاں اندازہ سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ جب تیمور نے انتقال کیا ہے اور جلال الدین میران شاہ نے تخت سلطنت پر قبضہ کیا ہے تو ایک مہم پر میران شاہ کے ساتھ حمیدہ بانو بیگم کے جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس کا تذکرہ سوا ہی مسٹر ہاربرٹ کے انٹروڈکشن کے اور کہیں لکھا ہوا نہیں معلوم ہوتا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا ظہور کچھ نہ کچھ ضرور ہوا اور ایک بڑی بات ثبوت کی یہ بھی ہے کہ حمیدہ بانو بیگم نے اپنی کتاب میں اختصار سے لکھا ہے چونکہ ہمیں یہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے اسلئے اس کا اختصار سے بیان لکھا جاتا ہے۔
مسٹر ہاربرٹ اپنے انٹروڈکشن کے صفحہ ۴۸ میں لکھتے ہیں جب حمیدہ بانو بیگم نے دیکھا کہ میرا سوتیلا بیٹا تخت سلطنت پر بیٹھا ہے ایسا نہ ہو کہ میری آزادی میں فرق آوے اس لئے اس سے رخصت طلب کی چونکہ میران شاہ ایک متین اور سنجیدہ سلطان تھا اسنے یہ گوارا نہ کیا کہ میں اپنی اولوالعزم ماں کو باپ کے مرتے ہی اپنے پاس سے جدا کروں بھلا لوگ مجھے کیا خاک کہیں گے اور مختلف ممالک میں کسی قدر بے عزتی ہوگی۔ جب میران شاہ نے اپنی سنجیدہ اور ہردلعزیز سوتیلی ماں کو اس بات پر آمادہ دیکھا تو دست بستہ یہ گویا ہوا یہ آپ کو اختیار ہے کہ آپ مجھ سے علیحدہ ہو کر رہیں لیکن حضرت جنت آشیانی کی آنکھیں بند ہوتے ہی اگر آپ مجھ سے جدا ہو جائیں گی تو مجھے مختلف حفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور مجھے منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی۔ اسلئے بہتر یہ ہے کہ آپ کچھ دن اور گذاریئے اور پھر جہاں آپ کا جی چاہے گا رہیئے گا۔ حمیدہ بانو ایک خلیق اور مروت والی خاتون تھی اس کا مزاج دھیما اور سمویا ہوا تھا۔ جب تک کسی بات کے آیندہ اور گذشتہ تائج کو نہ سمجھ لیتی تھی کبھی عمل کرنے کے لئے مستعد نہ ہوتی تھی

اس نے میراں شاہ کی اس عرض کو بہت غور سے سُنا اور اس بات کی تہ تک پھونچی
آخر ایک بڑی سکونت کے بعد یہ جواب دیا میراں شاہ گو تو میرا سوتیلا بیٹا ہے لیکن تیری
سعادتمندی سے مجھے تجھ سے سگوں سے زیادہ محبت ہوگئی ہے گو اب میرا دل تخت سلطنت
کے ساتھ ہمرہانی کرتے کرتے بھر گیا ہے لیکن تیری خاطر مجھے منظور ہے اسلئے میں تیری
درخواست قبول کرتی ہوں -

یہ سُنکر وہ بہت خوش ہوا اور میراں شاہ نے اپنی مہربان ماں کے قدموں پر بوسہ دیا
کئی مہینے اس بات کو گذر گئے - اسی اثنا میں میراں شاہ کو خبر آئی کہ ہانگ کانگ
ٹی جی کیگ صوبہ چینی سرحد کا باغی ہوگیا - تیمور کو اسکے فتح کرنے میں سخت دقتوں کا سامنا
کرنا پڑا تھا اور جب تک اسنے پوری قوت نہ صرف کردی فتح نصیب نہ ہوئی علاوہ دشوار
گذار گھاٹیوں اور دلدل کے اسکے پاس فوج کی بھی بڑی کثرت تھی یہ خبر کسیقدر میراں شاہ
کو گھبرا دینے والی تھی - وہ سخت متردد ہوا کہ میں کیا کروں اگر حملہ نہیں کرتا اور اسکو اسی کی
حالت میں رہنے دیتا ہوں تو اور صوبوں کو بھی یہ ایک نظیر ہو جائے گی اور جو چڑھائی کرتا
ہوں اور ناکام رہا تو مرجانا پڑیگا اسلئے شکست کی حالت میں شہنشاہ کا اپنے
دارالخلافہ میں واپس پھرنا واجب ہے چنانچہ اسی فکر میں حمیدہ بانو بیگم کے پاس گیا
اور جو کچھ کیفیت تھی سب بیان کردی - اور استدعا کی کہ آپ مجھے کچھ صلاح نیک دیں کہ
میں اس معاملہ میں کیا کروں - حمیدہ بیگم نے اس بات کو خوب سوچا اور پھر کہنے لگی یہ
کچھ فکر کی بات نہیں ہے پہلے تو ایک فرمان سلطانی اس صوبہ کے نام بھیجدو اور اسکو
اپنی گذشتہ فتوحات اور حال کی شان و شوکت سے اطلاع دو اور یہ لکھو اگر تو نے
اطاعت منظور کرلی تیری سابق شوکت بجا رہے گی اور جو تو نے بغاوت اور سرکشی
پر کمر باندھی تو اپنے باپ سے زیادہ میں تجھے تباہ و برباد کردوں گا -

اتنے میں خط پہونچے گا اور پھر جواب آئیگا اس عرصہ میں تم بخوبی جنگ کا اتار چڑھاؤ
دیکھ سکتے ہو اور اپنی فوجوں کو بخوبی تیار کر سکتے ہو اور رسد کا بھی بخوبی سامان ہو سکتا ہے
میراں شاہ کو یہ نصیحت اور نیک صلاح اپنی سوتیلی ماں کی اچھی معلوم ہوئی بہت
خوش ہوا اور اُسی وقت اپنی ماں کے ہی آگے بیٹھکر مسودہ کیا اور اپنی ماں کو دکھا کر
روانہ کیا - چھ مہینے اسکے جواب آنے تک صرف ہوئے اس عرصہ میں میراں شاہ نے

اپنی فوج کا بخوبی سامان کر لیا اور صرف جواب کا منتظر رہا جس وقت جواب آیا ہے اور
اسنے دیکھا کوئی بات ایسی نہ پائی گئی کہ جس سے صلح کی جاتی خط کے الفاظ سخت اور کرخت
تھے گو ہانگ کانگ والا جنگ پر بخوبی آمادہ نہ تھا لیکن پھر بھی یہ بات تھی کہ وہ جواب
نہایت مغرورانہ صورت میں دیا گیا تھا۔ اب میراں شاہ نے یہ استدعا کی۔ میں
اس عرض کرنے کی مجال نہیں پا سکتا کہ میں حکماً آپ سے کسی امر کی درخواست کروں کہ
یہ کیجیے ہاں عاجزانہ طور پر معروضہ کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ اس جنگ میں میرا
ساتھ دیں گی تو مجھے بہت مدد ملیگی علاوہ اسکے کہ آپ تجربہ کار ہیں یہ بھی ہے کہ کوئی فوجی
یا سول افسر ایسا نہیں ہے کہ جسپر مجھے بھروسہ ہو اور میں اپنے دل کی بات اس سے
بیان کر سکوں جب آپ میرے ہمراہ تشریف لے چلیں گی تو نصف لشکر آپ کی
سرکردگی میں ہوگا اور دوسرا نصف میری کمان میں ہوگا باقیماندہ چھوٹے چھوٹے
دستوں پر اور ماتحت افسر موجود ہی ہیں۔
یہ سنکر حمیدہ بانو سوائے ہاں کے اور کیا جواب دے سکتی تھی اگر اپنا سگا بیٹا ہوتا تو اسے
ہر طرح سے راضی کر سکتی تھی اور اب معاملہ آپڑا سوتیلے بیٹے کا کیا کرے مجبوراً راضی ہو گئی
حمیدہ بانو جنگ کے اُتار چڑھاؤ بارہا دیکھ چکی تھی جو مصیبتیں اور آفتیں گذرتی ہیں وہ
بھی بخوبی معلوم ہو گئی تھیں۔ تیروں کی سائیں سائیں کی جگر خراش صدائیں اور تلواروں
کی کھچا کھچ کی جان کھونے والی ہیبت ناک آوازیں یہ سب سُن چکی تھی۔
قصہ مختصر یہ کہ پچاس ہزار لشکر کی سرکردگی میں روانہ ہو گئی۔
گو حمیدہ کی طبیعت میں وہ جوش جو امیر تیمور کے سامنے تھا نہ رہا تھا مگر پھر بھی اپنے مستقل ارادہ
اپنی عالی حوصلگی سے اسنے مستعدی سے اپنے کو اس امر پر آمادہ کیا کہ جہانتک ممکن ہو
اس مہم میں جوانمردی اور مستعدی کے جوہر دکھائے جائیں اور ثابت کر دیا جائے کہ سوتیلی
ماں نے اپنے بیٹے کا یہاں تک ساتھ دیا اور اسکے ساتھ کیسی جان لڑادی۔
حمیدہ یہ تو ضرور ہی جانتی تھی کہ خبر نہیں اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا مگر ساتھ ہی اس کے اُسے
یہ علم تھا اور اس بات کا یقین بھی تھا کہ اگر یہاں فتح حاصل ہو گئی تو میراں شاہ کا سکہ
تیمور سے بھی زیادہ بیٹھ جائے گا اور جو خدانخواستہ شکست ہوئی تو یہاں سے زندہ
جانا بھی مشکل۔ مگر اب تو یہ بات تھی ع ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم +

جو گھاٹیاں کہ سد راہ ہوئیں وہ چگنائی صوبوں کے جنوب میں تھیں۔ بظاہر یہ گھاٹیاں بہت سخت تھیں لیکن حمیدہ کی عقلمندی اور دانائی سے بہت جلد سر ہوگئیں اور آخر سفر کرتے کرتے ہانگ گانگ کا فاصلہ کوئی ساٹھ میل کا رہ گیا یہاں فوج نے قیام کیا۔ پانچ چھ دن تک فوج کو آرام دیا گیا۔ پھر حمیدہ بانو بیگم نے فوج کے ستائیس ٹکڑے کئے اور ان کو چار مختلف طرفوں سے روانہ کیا ایک کے پیچھے ایک دوسرا دستہ روانہ ہوا اور اسنے حکم کیا کہ جنگ کے وقت صرف ایک ایک دستہ تین تین گھنٹے لڑے اور بعدازاں دوسرا دستہ اسکی جگہ کام کرے اور کئی جانب سے ہانگ کانگ پر حملہ کیا جائے۔

غرض یہ سارا انتظام کرکے روانہ ہوئی۔ کل فوج کا انتظام اور سرکردگی اسنے اپنے ہاتھ میں لی اور میراں شاہ کو صوبے کونہ پر کھڑا کیا کہ بیرونی مدد صوبہ کونہ پہونچنے پائے یہ باتیں اور انتظام روشن دماغی حمیدہ بانو بیگم کی مورخوں سے زبردستی تعریف کراتی ہے۔

۱۳۱۱ء ماہ نومبر کو تین بجے شب کے حملہ آور ہوئی یہ حملہ جانب شرق کیا گیا تھا اسوقت حمیدہ اپنے اژدھا پیکر گھوڑے کو تھامے ہوئے حملہ آوروں کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی چینی فوج نے ہرچند مقابلہ کیا لیکن پھر بھی شرقی جانب شکست ہوئی اور حمیدہ کا ڈونگن پر قبضہ ہوگیا۔ شمال جانب جس دستہ نے حملہ کیا تھا اُسے شکست ملی اور وہ سخت ہزیمت کھاکر واپس پھرا۔ جنوب و مغرب کا حملہ حمیدہ نے فوراً روک دیا۔ کیوں کہ مقام بہت سخت تھا اور اُسے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ اگر تین جانب سے اول ہی حملہ میں فوج نے شکست کھائی تو سپاہیوں کا دل چھوٹ جائیگا اور پھر مدت تک مقابلہ کرنا مشکل ہوگا۔

گو حمیدہ کے ایک دستہ کو شکست ہوئی تھی مگر مخالفین سخت پریشان ہوگئے تھے اور خوف کے مارے ان کے دل ہل گئے۔ ڈونگن نے مخالفین کے پیر اکھیڑ دیئے مگر پھر بھی چو چاؤ نے نہایت ہوشیاری کی اور خود جنگ پر آمادہ ہوا۔ چو چاؤ گو نوجوان تھا لیکن پھر بھی تدبیریں پیروں کو مات کرتا تھا۔ اپنے شہر کے اور پہلوؤں کو مضبوط کرکے اسنے اپنی انجمن میں بیٹھکر کہا کہ مجھے کھانا پینا حرام ہے اگر میں کل ڈونگن کو نہ لوں۔ کیونکہ ہمارے دست تصرف سے ڈونگن کا نکلجانا اول ہی میں صدمہ پہونچاتا ہے اور ہماری افسری کے

اور کچھ دل ہو گئے ہیں ۔ یہ خبر حمیدہ کو پہونچی کہ چو چاؤ کا ارادہ نگن کے واپس لینے کا پورے طور سے ہے ۔ یہ بھی مستعد ہو گئی اور اسنے اپنی پوری قوت کا زور ٹونگن پر دیدیا حمیدہ کو معلوم تھا کہ صرف اسی پر ہماری آیندہ شکست و فتح منحصر ہے ۔
یہاں پورے دس ہزار سوار اور تین ہزار پیدل تھے مورچے بندی خوب استواری سے کرلیگئی ۸ر نومبر سنہ و ماہ مذکور کو پانچ بجے نقارہ پر چوب پڑی ۔ یہ صحیح ہے کہ چینیوں کا سامان جنگ ان کی نسبت اچھا نہ تھا مگر پھر بھی ان کے پرانے قوانین جنگ میں ایک یہ بڑی بھاری قید تھی کہ جب کوئی افسر چینی جنگ پر چڑھے تو اُسے فرض ہے کہ گیا تو وہ فتح کرے اور گیا وہیں جان دیدے ۔ اسکو حکم نہیں ہے کہ وہ شکست کھا کر زندہ واپس آئے ۔ پہلے ایک پلٹن چینیوں کی جنکی ڈاڑھی موچھیں مطلق نہ تھیں تیر برساتے ہوئے حمیدہ کے دستہ پر بڑھے ۔ حمیدہ ایک بلند ٹیلہ پر کھڑی ہوئی سیر دیکھ رہی تھی گیارہ سو باڈی گارڈ اسکے ہمراہ تھے ۔ حمیدہ نے کچھ اشارے مقرر کر دیئے تھے جن سے وہ اپنے افسروں کو بتاتی جاتی تھی کہ یہ کرو اور یوں بڑھو اور یوں ہٹو ۔ یہ دستہ چینیوں کا آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا ۔ مگر ابھی حمیدہ کے دستہ کو ان کے افسر نے تیر مارنے کا حکم دیا ۔ یہ دستہ کمانے تانے ہوئے کھڑا تھا جب وہ دستہ چینیوں کا بہت قریب آگیا تو اس دستہ نے ایک وار کیا اور پھر پیچھے ہٹ گیا ۔
چینیوں نے یہ سمجھا کہ شاید ان کے قدم اکھڑ گئے ۔ وہ بیحابا اور بھی آگے بڑھے بس ان چینیوں کا ان کی زد ہی پر آنا آفت تھا حمیدہ کے دستہ نے کھیرے گکڑی کی طرح چینیوں کو کاٹ ڈالا ۔ حمیدہ پُرشوق نظروں سے اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی جب اسنے اپنے سپاہیوں کی یہ جاں بازی دیکھی تو ایک زور کی صدا میں یہ کہا شاباش اے بہادرو شاباش ۔
جب ایک دستہ بالکل صاف ہو گیا تو خوفناکی سے برہنہ تلواریں لئے ہوئے دوسرا دستہ بڑھا مگر یہ ہوشیار تھا اور اپنی حد سے آگے نہ بڑھا تھا ۔ گھڑی بھر کامل جنگ ہوتی رہی آخر حمیدہ ٹیلے پر سے اُتری اور جو دستہ اتنی دیر سے لڑ رہا تھا اُسے ہٹایا اور دوسرا تازہ تازہ دم دستہ اسکے مقابلہ میں لے آئی شاید دس منٹ تک تو لڑتی رہی پھر اسنے ایک ایسا اشارہ کیا کہ وہ تیزی میں پیچھے ہٹ گیا گویا وہ بھاگتا ہے ۔ اس چال نے پھر چینیوں کے دوسرے دستہ کو بھی دھوکے میں ڈالا اُنھوں نے تعقب کرنے کے ارادہ میں اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور حمیدہ کی زد پر آگیا ۔ پوری باڈی گارڈ کی قوت سے اس دستہ حمیدہ پل پڑتی

اور مارے تلواروں کے اسکو بھی فنا کر دیا۔
پھر چینیوں نے سہ پہر تک کوئی حملہ نہ کیا نہ حمیدہ نے مناسب جانا کہ خود حملہ آور ہو۔ کیونکہ یہہ نہایت تجربہ کار تھی اور جنگ کے اُتار چڑھاؤ بخوبی جانتی تھی اسنے میراں شاہ اپنے سوتیلے بیٹے سے مشورہ کرکے یہ قرار دے لیا تھا کہ جب تک مخالفین حملے کرتے کرتے نہ تھک جائیں اور خوب تنگ ہوجائیں ہم خود کبھی حملہ آور نہ ہوں۔ جب پورے سہ پہر کے تین بجے تو چوچاؤ نے اپنے ساٹھ ہزار فوج کو سمیٹ کر حملہ کیا۔ گو حمیدہ اپنی جگہ پر مستعد کھڑی ہوئی تھی لیکن پھر بھی چوچاؤ کے زبردست حملے نے حمیدہ کے لشکر کے پیر اُکھیڑ دیئے۔ اور آن کی آن میں ڈنگن کا پہلا دوسرا مورچہ اُسکے قبضہ میں آگیا۔ تیسرا مورچہ بھی اسی جوش میں فتح ہوگیا مگر چوتھے مورچہ پر حمیدہ نے مضبوطی سے قدم جمائے اور سینہ سپر ہوکر جواب دینے لگی تین گھنٹے کامل مقابلہ کرتی رہی جب شام ہوگئی تو چوچاؤ نے جنگ کے موقوف کرنے کا حکم دیا چونکہ ابھی حمیدہ کو اپنی حالت بہت کچھ درست کرنی تھی اسلیئے اسنے بھی موقوفی جنگ منظور کرلی۔
چوچاؤ نے جو کچھ ارادہ کیا تھا گو وہ سب پورا نہوا لیکن پھر بھی اسنے ڈنگن کا نصف حصہ فتح کرلیا
میراں شاہ کو اس شکست سے اتنا صدمہ نہ ہوا جتنا کہ حمیدہ کو افسردگی ہوئی۔
حمیدہ کے چہرہ پر ہوائیاں اُڑنے لگی تہیں اور وہ سخت متردد تھی کہ یہ تین مورچے کیوں کر ہاتہ آئیں گے۔ ادھر تو حمیدہ نے اپنے مستقل ارادہ کی جی ہی جی میں قسم کھائی کہ کیا تو اپنا فیصلہ کردوں اور کیا ان تینوں مورچوں کو چوچاؤ سے چھین لوں اور چوچاؤ اپنے دربار میں قسمیہ کہہ رہا تھا کہ باقیماندہ حصہ کل اور بھی فتح کرلوں گا۔
یہ ایک زبردست کشمکش تھی جو باہم ہو رہی تھی۔ بارہ بجے میراں شاہ کو بلایا اور جو کچھ کیفیت جنگ تھی صاف صاف بیان کی اور تمام اُتار چڑھاؤ کرائی کے دکھائے۔
میراں شاہ حمیدہ کی اس دلیری اور استواری پر عشعش کرنے لگا اور کہا اگر آپ حکم دیں تو میں دوسری جانب سے حملہ آور ہوں تاکہ چوچاؤ کا وہ زور گھٹ جائے جو آپ کے مقابلہ میں صرف کرنا چاہتا ہے۔ حمیدہ نے یہ منظور کرلیا اور جو کچھ بتانا تھا سب باتیں سمجھائیں اور تمام ترکیبیں اور تدبیر بتادیں۔ رات بھر حمیدہ ذرا بھی نہ سوئی اور اپنی فوج کے انتظام اور مورچوں کی مضبوطی میں اپنا آرام کا وقت صرف کردیا۔

صبحکو پھر چوچاؤ نے جاکر چوتھے مورچہ پر حملہ کیا اور یہ حملہ اس کا روز گذشتہ سے بھی زیادہ خوفناک تھا۔ ایک گھنٹہ کامل حمیدہ نے مقابلہ کیا۔ مگر پھر بھی کچھ فتح کے آثار نہیں معلوم ہوئے آخر میراں شاہ نے ہزار سواروں سے مفتوحہ مورچوں پر جاکے دوسری جانب سے حملہ کیا۔ اور وہاں اپنے لشکر کی قوت صرف کی۔ جب یہ خبر چوچاؤ کو پہونچی تو اُسے سخت پریشانی ہوئی اور وہ اپنے سرداروں کے سپرد یہ چوتھا مورچہ کرکے آپ میراں شاہ کیطرف بڑھا اور للکار کر کہا کہ یہ شایان جوانمردی نہیں ہے کہ دھوکے میں دوسری جانب حملہ کرو اگر کچھ مردی ہے تو مقابلہ میں آکر کیوں نہیں لڑتے میراں شاہ نے اسکی اس غیر نتیجہ کا کچھ جواب نہ دیا اور خاموشی سے اپنی فوج کو لڑائے چلا گیا۔

یہاں حمیدہ نے اچھا موقعہ دیکھا اپنی پوری قوت سے بذات خود مورچہ پر حملہ آور ہوئی۔ اور کوئی پندرہ ہی منٹ میں مورچہ کو لے لیا۔ پھر تیسرا مورچہ آسانی سے قبضہ میں آگیا اور جب دوسرے مورچہ پر حملہ آور ہوئی تو میراں شاہ کے ساتھ شریک ہوکر چوچاؤ کو جنگ سے ہٹانے کی صلاح کی۔ یہ جنگ سخت گھمسان کی تھی۔ نہ تیر ترکشوں میں رہے تھے اور نہ گھوڑے رانوں کے نیچے تھے۔ نہ کیسکو اپنے گھوڑے کی خبر تھی اور نہ یہ معلوم تھا کہ ہم کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ چوچاؤ کو مجبوراً ہٹنا پڑا اور یہ مورچہ بھی حمیدہ کے ہاتھ آگیا۔ ایک مورچہ اور رہ گیا اسکو بھی خفیف ہی سی جنگ سے لے لیا اب چوچاؤ کے قدم اکھڑ گئے اور وہ قلعہ میں محصور ہوگیا۔ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ نہ حمیدہ بانو کی عاقلانہ تدبیر نہ بہادری نہ میراں شاہ کی دور اندیشی نہ فوج کے خونخوار حملوں کے جھٹکے کام آئے۔ کامل چار مہینے تک محاصرہ رکھا اور کچھ نتیجہ نہ نکلا یہیں تیمور کو بھی مصیبت پڑی تھی آخر ایک دن جب میراں شاہ پورے طور سے مجبور ہوگیا تو اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کہ آپ جو کچھ حکم ہو وہ کیا جائے میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا اگر واپس پھرتا ہوں تو اپنے ایران کے دارالخلافہ میں جاکر کیا منہ دکھاؤنگا اور جو یہیں پڑا رہتا ہوں تو کچھ نتیجہ نکلتا نہیں معلوم ہوتا۔ حمیدہ خاموش تھی کہ کیا جواب دے کیوں کہ ابھی اسکی سمجھ میں بھی کچھ نہ آیا تھا۔ کئی دن تک میراں شاہ کی ابنات کا کچھ جواب نہ دیا۔ قسم قسم کے ہر جانب نقشے بنائے اور میراں شاہ کو دکھائے مگر کوئی نقشہ راست نہیں آیا۔ مختلف تاریخوں کے ورق الٹ ڈالے کہ شاید کوئی احسن تدبیر نکل آئے۔ آخر ایک بات

بہت مشکل سے سمجھ میں آئی اور وہ یہ تھی کہ بھیس بدل کر عیاری کے طور پر یا بذریعہ سفارت روانہ ہو اور اگر ممکن ہو تو وہاں کچھ جاکر کارروائی کیجائے۔ شاید کہ ہمیں بعینہ برآرد پر و بال عنقا گرد و۔ رات کو میراں شاہ سے تنہائی میں یہ مشورہ کیا کہ میرا ارادہ پیغامبری میں جانیکا ہی یا اگر ممکن ہو تو میں تاجر بنکر جاؤں اور پھر کوئی نتیجہ نکلے۔ ان دونو تدبیروں پر حمیدہ کو اطمینان نہ تھا نہ دل یہ گواہی دیتا تھا کہ یہ تدبیریں چل ہی جائیں گی۔ کیونکہ اسنے کبھی نہ یہ عیاریاں کیں اور نہ یہ چالاکیاں اور فطری طور پر وہ ان باتوں کو ناپسند بھی کرتی تھی مگر ضرورت تھی کیا کرتی آخر ناچار یہ مشورہ قرار پایا کہ حمیدہ قاصد یا ایلچی بنکر جائے اور چو چاؤ سے معاہدہ کر کے واپس پھرے یہ ظاہر ہے کہ جب محاصرہ کرنے والے اکتا گئے تھے محصورین پر کیا نوبت ہو گئی چو چاؤ بھی دق ہو گیا تھا اور اسکی بھی یہ مرضی معلوم ہوتی تھی کہ کسی طرح سے صلح ہو جائے اور میراں شاہ یہاں سے محاصرہ اٹھا کر چلدے۔ آخر کار حمیدہ ایلچی بنکر میراں شاہ کی طرف سے روانہ ہوئی۔

حمیدہ کا جو کچھ مشورہ میراں شاہ سے ہوا اسکی ٹھیک کیفیت نہیں معلوم ہوئی کہ وہ کیا باتیں کر کے گئی تھی۔ خیر جوں ہی یہ چو چاؤ کے دربار میں پہونچی اور اس سے دلیرانہ برجستہ تقریر کی وہ چوکنا ہوا اور اُسنے پہچانا کہا کہ اے ایلچی تو ضرور کوئی شاہی خاندان میں سے ہی ورنہ یہ معمولی ایلچی کا مقدور نہیں ہے کہ وہ بیباکانہ کلمے ایسے عالیشان دربار میں کرے۔ جبتک تو اپنی اصلی حالت سے مجھے آگاہی نہ دیگی یہ محض ناممکن ہے کہ میں تجھے جانے دوں۔ یہ سنکر حمیدہ کے اوسان باختہ ہوئے اور وہ سمجھ گئی جس ارادہ سے میں آئی تھی اسپر تو پانی پھر گیا اب خدا جان بچائے۔ ہرچند کوشش کی اور اپنی منطقی تقریر کے پیرایے میں لپیٹنا چاہا مگر وہ داؤں میں نہ آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہ گرفتار ہو گئی۔ سات آدمی اسکے ساتھ اور تھے وہ بھی گرفتار ہو گئے مگر واہ رے چالاک اور عقلمند خاتون ذرا بھی معلوم ہوا کہ یہ عورت ہے آناً فاناً میں یہ وحشت اثر خبر میراں شاہ کو پہونچی کہ تمہارا ایلچی گرفتار ہو گیا۔ میراں شاہ کی حالت یہ خبر سُنکر قابل رحم ہو گئی تھی وہ کلیجہ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گیا اور دو ڈھائی گھنٹے تو یونہیں سکتہ میں بیٹھا رہا اہل دربار کو رخصت کر دیا اور اپنی والدہ ماجدہ پر خون کے آنسو رونے لگا۔

مسٹر ہاربرٹ اپنے انٹروڈکشن میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ خبر نہیں حمیدہ کس ارادہ سے ایلچی بنکر گئی تھی یا کچھ اور قصد ہو گا مگر افسوس یہ ہی کہ یہ بہادر شجاع خاتون اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوئی ہیں یہ نظارہ قابل دید ہی کہ ڈیڑھ مہینے قید رہکر کمند کے ذریعہ سے قلعہ کی منارے کودی اور پہرے والوں کو قتل کیا اسکے فرار ہونیکی پوری کیفیت نہیں معلوم ہوئی۔ چار آدمی راہ میں مر گئے اور تین ساتھیوں کو

زندہ لیکر اپنے لشکر میں آگئی ۔ ماہ اگست میں چوچاؤ قید ہو گیا اور فتح حمیدہ بانو بیگم کے نام لکھی گئی۔ گو قید خانہ میں جسکو ڈونجن کہنا چاہیئے اس شجاع خاتون نے بڑی بڑی سختیاں اُٹھائیں مگر اس عرصہ میں اسنے قلعہ کی اندرونی کیفیت سے پوری پوری آگاہی حاصل کر لی۔

مسٹر ہاربرٹ فرانسیسی مورخ اپنے انٹروڈیکشن میں تحریر کرتے ہیں کہ جبتک حمیدہ قید میں رہی قلعہ کی کیفیت قلمبند کرتی رہی اور ہر سمت کے نئے نئے نقشے بناتی رہی کیونکہ اسنے میراں شاہ کو ہانگ کانگ کے بہت سے مفید نقشے بنا کر دیئے تھے۔

مسٹر مل مین صاحب لکھتے ہیں کہ حمیدہ بانو بیگم کا انتقال قسطنطینہ میں ہوا تھا مگر مسٹر جالنسن جزیرہ لوٹس میں بتاتے ہیں ۔ اسکی خاص تصنیف کوئی اس امر کی شہادت نہیں دیتی اسلئے ہم اسپر زیادہ بحث نہیں کرتے ہاں سنہ وفات میں دونو مورخ متفق ہیں یعنی ۱۴۴۸ء میں اسکا انتقال ہوا۔ جسوقت اس بیگم کا انتقال ہوا ہی تو اسکے پاس کچھ نہ تھا۔ صرف ایک کتب خانہ تو بہت بڑا تھا اور زر و جواہر سے کچھ تھا اسنے اپنی وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ یہ کتب خانہ وقف ہے صرف گورنمنٹ سے اتنی التجا ہے کہ اسکے بندوبست کے لیئے آدمی مقرر ہو جائیں تاکہ کتابیں ضائع نہ ہونے پائیں اور ہر طالب العلم بآزادی کتب خانہ میں بیٹھکر کتابوں کا مطالعہ کر سکے۔ پونے دو لاکھ کتابیں ہر قسم کی اسکے کتب خانہ میں تھیں بہت چمڑے پر سنہری حرفوں میں بھی لکھی ہوئی تھیں اور اکثر لوہے اور تلبنے کے پتروں پر کتبے مرقوم تھے۔ علم ہیئت اور تاریخ کی کتابیں بہت تھیں۔ جو تنخواہ سلطنت سے اسے ملتی تھی وہ سب کتابوں کی خریداری میں صرف ہو گئی تھی اگر اسکا انتقال نہ ہوتا تو یہ ضرور تمام دنیا کی سیر کرتی۔ پوری ۶۱ برسکی عمر میں زندگی کا رستہ یہ پورا طے کر چکی تھی کہ معمولی بخار نے اسے راہ فنا پر گامزن ہونے پر مجبور کیا۔ تین دن کے بخار نے اسکی مظلوم جان کو اپنی بیرحم اور قاتل مٹھی میں دبا لیا اور پھر نہ اطباے حاذق کے علاج نے کام کیا اور نہ طبیعت کی قوت نے مرض کو دفع کیا۔

یہ ہانگ کانگ کا مختصر واقعہ آخر میں اسلئے تحریر کیا ہے کہ اس واقعہ کا بیان سوا ے مسٹر ہاربرٹ کے انٹروڈیکشن کے اور کہیں اسکا پتہ نہیں ملتا اسلئے مسلسل حالات کے سلسلہ سے اسے علیحدہ کر لیا ہے۔ خاتون کی زندگی کے جتنے حالات ہیں سب نتیجہ خیز ہیں۔ ان سے ہم بڑی بڑی زبردست نصیحتیں نکال سکتے ہیں اور ہماری بہنیں ایسے ایسے حالات پڑھکر اولوالعزم عالی حوصلہ عقلمند اور خلیق بن سکتی ہیں۔

(امیر تیمور کی دوسری بیگم)

امپریل یا مسیحی بانو بیگم

مسیحی بیگم جو اوّل اوّل تیمور کی بہت چاہیتی تھی شہر اپی میں ۱۳۵۲ء پیدا ہوئی تھی اس شہر کو اب لگنی کہتے ہیں اور اسی نام سے یہ زیادہ مشہور ہے اسکی دادی این ٹونیا نامی نے اسے تعلیم دلوائی تھی - کیونکہ بدقسمتی سے جب اسکی عمر پوری تین برس کی بھی ہنوئی تھی اسکی شفقت بھری ماں کا انتقال ہوگیا تھا - البر میریل کی دادی اپنی پوتی کو خوفناک نگاہوں سے تکتی تھی اور شب و روز اس سے خائف رہتی تھی کہ دیکھیئے یہ لڑکی بھی اپنی ماں پر جاتی ہے یا اس سے متضاد خصلت کی ہوتی ہے کیونکہ میریل کی ماں نہایت مغرور اور شیخی باز تھی اسمیں کینہ اور حسد کی قوت بھی بہت تھی اسلیئے اسنے اپنی جان دیدی جہاں اپنے سے زیادہ دولتمند لیڈی کو دیکھا اور جلکر خاک ہوگئی - مسیحی بانو کی دادی ہمیشہ دُعا مانگتی رہتی تھی کہ خدا اس کی حالت اچھی کرے - غرض تیرہ برس عمر میں اسکی شادی ڈومی ٹی الیس سے ہوئی اس سے ایک بچہ نیرو نامی بھی پیدا ہوا - لیکن چند مہینے کا ہوکر مرگیا - اسکی عادتیں لگائی بجھائی کی بہت خراب تھیں - اپنی اسی زہریلی اور ناکارہ طبیعت سے ایک دن اسکی اپنے بھائی کالی گولا نامی سے تکرار ہوئی یہانتک طول کھینچا کہ عدالت میں مقدمہ گیا اور اُس خاتون کو سزا ملی - یہاں سے یہ اطالیہ چلی آئی - اور پھر دوسرا نکاح ایک مسلمان سے کیا - چونکہ اسکی عادت لڑنے جھگڑنے کی بہت بُری تھی اسلیئے یہاں بھی ان بن ہوئی اور پھر یہاں سے یہ مختلف ملکوں میں ہوتی ہوئی قاہرہ کیطرف آتی تھی کہ رستہ میں قزاقوں نے گرفتار کرلیا اور ان سے یہ کسی اور واسطہ سے تیمور لنگ کے ہاتھ پڑگئی تیمور اسکی خوش وضع اور ابھرا ہوا جوبن دیکھکر فریفتہ ہوگیا اور اسنے فوراً اسے اپنی بیوی بنانا چاہا - گو اسکی باطنی بدصورتی تو ایسی تھی کہ اگر تیمور کو پہلے سے آگاہی ہوجاتی تو وہ کبھی نہ قبول کرتا مگر اسکی ظاہری دلفریب اَداؤں اور فطری کرشموں نے تیمور کا دل اپنے اوپر مائل کیا - اسکی آنکھوں میں گویا کسی نے موتی کوٹ کوٹ کر بھر دیئے تھے اعضا سڈول تھے - رنگت صاف اور لطیف تھی غرض جتنی باتیں کہ ایک حسین کو لازم ہوسکتی ہیں وہ سب اس میں موجود تھیں (ہمہ عشوہ ہمہ غمزہ ہمہ ناز) محل میں آتے ہی تیمور نے اس بیگم کو مسیحی بانو بیگم کا خطاب عطا کیا - کل جدید لذیذ کا مضمون تھا - تیمور کی سب سے زیادہ چاہیتی بیگموں میں سے گنی گئی - پہلے پہل تیمور کی توجہ اسپر بہت

مائل رہی اور یہ صرف زیادہ محبت اور توجہ کا ہی سبب تھا کہ تیمور نے بھی اسے مجبور نہ کیا کہ تو مسلمان ہوجا۔ تمام محل پر اسنے اپنے اقتدار اور قبضہ کے نیچے پھیلا دیئے اور سبکو اپنا مطیع بنانے کا بیڑا اٹھا لیا۔ حرمسرا کی مستورات کو طرح طرح کی ایذائیں دینے لگی اور وہ نئی نئی باتیں نکالیں کہ جن سے تمام حرمسرا میں تھلکہ پڑگیا یہ ضرور نہ تھا کہ اسے مذہبی نفرت کی وجہ سے یہ حسد پڑگیا تھا بلکہ اسکی یہ کیفیت تھی شعر نیش عقرب نہ از پئے کین است ✤ مقتضائے طبیعتش این است ✤ حمیدہ بانو کو اس سے کچھ علاقہ نہ تھا لیکن پھر بھی مسیحی بیگم کو اسکی ناشائستہ حرکت پر سمجھاتی رہتی تھی بیسیوں خوجوں کو اسنے طرح طرح کے بہتان لگا کر نکال نکال دیا۔ جب اسکے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اسنے اسکا نام کامگار رکھا اور اس بات کا پوشیدہ پوشیدہ اعلان دینا شروع کیا کہ تیمور اسکو اپنا ولی عہد بنائیں گے۔ مگر خدا کی شان کہ وہ تین برس کا ہوکر مرگیا اسنے محل میں ایک قیامت ڈالدی اور پھر بیگم پر شبہ ظاہر کرتی ہے کہ اسنے زہر دیا ہے حالانکہ وہ مرض سے مرا تھا۔ تیمور کوئی ناتجربہ کار اور چھچھورا لڑکا تو تھا ہی نہیں کہ اسکے کہنے سے تمام حرمسرا کو قتل کرڈالتا تو شدہ تحقیقات کرکے چکا ہو رہا اسکا بھی ایک بڑا مقدمہ ہوا تھا جو حاذق اطبا معالج تھے انکی شہادت صادقہ نے وہاں پانچ بے گناہوں کی جان بچائی۔

جیسی یکایک امیر کو اسکی ظاہری حسن پر الفت آگئی تھی اسی طرح سے جلدی جلدی گھٹنی شروع ہوئی۔ اور آخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ مسیحی خاتون فضولخرچ تھی لیکن اس فضولخرچی کا اثر اپنے ہی تک محدود رکھتی تھی اور کسیکو کچھ فائدہ نہ پہونچتا تھا۔ یکایک یہ مسیحی خاتون بیمار پڑی۔ تیمور کا گو دل اس سے پھرا ہوا تھا لیکن پھر بھی تیمور نے اپنے خاص طبیب حبیب آفندی نامی سے علاج کرایا ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ✤۔

یہ مسیحی خاتون ذہین اور طبّاع تھی سوائے فرانسیسی اور عربی بولی کے اور کوئی زبان نہ آتی تھی۔ فرانسیسی تو اسکی مادری زبان تھی مگر عربی بھی تھوڑی تھوڑی بولتی تھی اسے کتب بینی کا اتنا شوق نہ تھا اور جب کبھی کتاب دیکھنی کو جی چاہتا تھا تو فرانسیسی دیوجن کے پرانے قصّے دیکھتی تھی۔ اسکا اکثر وقت اسی قسم کی کتب بینی میں صرف ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ یہی تدبیریں سوچا کرتی تھی کہ میں ان خواتین کو محل میں سے کیونکر نکالدوں اور کیا تدبیر کروں جس سے ہر خاتون کی زندگی میری مٹھی میں ہو جسکو چاہوں زندہ رکھوں اور جسکو چاہوں قتل کا حکم دوں مگر وہ اپنی یہ آرزو اپنے ساتھ تابوت میں لیگئی اور نہایت ہی ذلت و خواری سے اسکا انتقال ہوا۔ نتیجہ کار بد کا کار بد ہے۔

تیمور کی تیسری بیگم

ارجینی یا عظمت النسا بیگم

یہ بیگم اصل میں ایک برہمن کی لڑکی تھی جب ۱۳۹۸ء میں تیمور نے ہندوستان پر چڑھائی کی ہی اور دہلی فتح کرتا ہوا ہردوار کے میلہ پر پہونچا ہے تو وہاں سے منجملہ اور باندیوں کے جو گرفتار کیگئی تھیں یہ حسین خاتون بھی تھی۔ جس زمانہ میں کہ تیمور ہردوار پہونچا ہی ہردوار کا میلہ ہو رہا تھا۔ لاکھوں آدمی جمع تھے ایسی حالت میں اسنے قتل عام کا حکم دیا۔ ہزاروں بیگناہ سر ندارد ہونے لگے۔ غرض جب یہ وہاں سے واپس پھرا ہے تو لوٹ میں ارجینی بھی آئی۔ یہ لڑکی اٹھارہ برس کی عمر کی تھی۔ تیمور کا حکم تھا کہ جتنے زندہ پکڑے جاویں وہ سب میرے آگے لائے جاویں۔ اگر ان میں کچھ قابل اشخاص ہوتے تھے وہ تو اپنی ملازمت میں رکھہ لیتا تھا اور جو سرکش ہوتے تھے اُن کو قتل کرڈالتا تھا اور جو معذور ہوتے تھے انہیں کچھ دیکر چھوڑدیتا تھا۔ چنانچہ جب یہ پیش ہوئی اور اس سے تیمور نے اسکا وطن اور حسب نسب دریافت کیا تو وہ کہنے لگی۔ میرا نام ارجینی ہے میرا ایک بھائی اور دو چچا باپ مردانگی سے تیرے لشکر کے مقابلہ میں قتل ہوئے میں بنارس کی رہنے والی ہوں اور مذہباً برہمن ہوں میں نے بنارس کے سنسکرت کے مدرسہ میں تعلیم پائی ہے مجھے سنسکرت لٹریچر میں بہت بڑا دخل ہے۔ میں سنسکرت نظم بھی آسانی سے کہہ سکتی ہوں اب میں ایک قیدی کی طرح ہوں بس یہی میرا حال ہے جو کچھ عرض کیا۔

تیمور اسکی یہ دلیرانہ صورت اور گفتگو سنکر بہت خوش ہوا دریافت کیا کہ تیری شادی ہوگئی۔ جواب دیا کہ شادی نہیں ہوئی۔ تیمور نے حکم دیا کہ اسکو حرمسرا میں لیجاؤ اور شاہی تہذیب سکھاؤ اور کچھ اسکے حالات مفصل نہیں معلوم صرف اتنا دریافت ہوا ہے کہ اسکے ہاں تین بچے ہوئے تھے اور وہ تینوں نوعمری کی حالت میں میراں شاہ کے مقابلہ میں قتل ہوئے۔

بعد ازاں یہ بھی جیلخانہ میں پھڑک پھڑک کر مرگئی۔

تیمور کی چوتھی بیگم

فخر النسا بیگم

یہ جو سینا کی رہنے والی نژاد عربی تھی۔ آٹھہ برس کی عمر میں اسکی والدین نے مفلسی کے سبب ایک قاہرہ کے شہزادہ سے نکاح کردیا تھا مگر جب بڑی ہوئی تو اسنے اپنی ناپسندیدگی ظاہر کی اور اپنے والدین سے کہا کہ میں اسکے گھر رہنا نہیں چاہتی مگر انہوں نے مجبور کیا جب اسنے دیکھا کہ میرے خیالات کی کوئی تائید نہیں کرتا ناچار بھاگ کر اسکندر

آئی اور یہاں قاضی کے ہاں اپنے خاوند کے خلاف استغاثہ دائر کیا فوراً اسکے خاوند عمر شیخ نامی کو اطلاع دی گئی وہ اُدھر ہی اور مینہ کیطرح سے وہاں جھپٹا۔ قاضی کے ہاں یہ مقدمہ پیش ہوا اور آخر قاضی نے عمر شیخ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی ناراض بیوی کو طلاق دیدے۔ بڑی مشکل سے اسنے یہانسے آزادی پائی پھر اپنی خوشی سے اسنے ایک لفٹنٹ سے شادی کی جو خاندان امیر معاویہ سے تھا۔ تین لڑکے پیدا ہوئے مگر دو تو انکے باپ کی غیر توجہی سے مر گئے اور ایک زندہ رہا ابھی یہ بچہ ہی تھا کہ اسکے باپ کو جنگ پر جانے کا اتفاق ہوا یہاں وہ مارا گیا اور پھر اُس یتیم بچہ کا پتہ نہ لگا جسکو وہ اپنے ساتھ لیگیا تھا فخر النسا پریشان و خستہ پھرا بوشہر میں آئی اور یہاں سے جہاز پر بیٹھکر کرانچی پہونچی۔ کرانچی سے سندہ حیدر آباد ہوتی ہوئی ملتان آئی یہاں کی آب و ہوا اُسے ناموافق ہوئی۔ پھر یہ لاہور آئی اور یہاں سے افغانی سرحدات کیطرف روانہ ہوئی۔ یہ کسی تاریخ سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ تیمور تک کیونکر پہونچی مگر ہاں چند ہی روز میں یہ ممتاز بیگم بیگم تیمور ہوگئی۔ یہاں آتے ہی اسکی خوش قسمتی کے دن آئے۔ تیمور کی چاہیتی بیگم بنی۔ میران شاہ بخت شاہ آسماں جاہ یہ تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ میراں شاہ تیمور کے بعد سلطان بنا اور دونو بچے بچپن ہی میں گذر گئے تھے ہاں لڑکیاں زندہ تھیں۔ افسوس ہے کہ اسکی عمر نے زیادہ وفا نہ کی اور تیمور کے چند مہینے بعد اسکی بھی وفات ہوگئی۔ اسکا مقبرہ تاشقند میں ہے۔ اسکا برتاؤ ہمیشہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا تھا خیرات بہت کیا کرتی تھی اور اکثر اپنے خوصوں اور تیمور کے مصاحبوں کو انعام و اکرام بھی دیا کرتی اسکا قاعدہ تھا کہ صبحکو نماز فجر کے بعد قرآن شریف پڑھکر رویا کرتی تھی اس سے بہت خوش ہوتی تھی کہ جو روزہ نماز کی پابند ہوتی تھی مذہب کی غرض بڑی پابند تھی چونکہ اسے مصیبتیں بہت سہنی پڑی تھیں اسلئے بڑی تجربہ کار تھی۔ اشارہ سے بات کو تاڑ جاتی تھی اور اپنی سنجیدگی اور خلق سے اسنے اپنے بہت سے دوست بنا لئے تھے یہ قابل تعریف ہے کہ اسنے اپنے بچوں اور لڑکیوں کو آپ تعلیم دی تھی اور انہیں ایسا شاہانہ ادب آداب بتایا تھا کہ بڑے بڑے مہذب عش عش کرتے تھے جب اس تجربہ کار خاتون کا انتقال ہوا ہے تو مرتے وقت اسنے اپنے بیٹے میراں شاہ سے یہ وصیت کی تھی کہ اگر تیری بہنیں نکاح کرنا چاہیں تو انکو اپنی مرضی پر چھوڑ دیجیو ایسا نہ ہو کہ تو انکو انکی مرضی کے خلاف مجبور کرے۔ اور اگر یہ نکاح نکرنا چاہیں اور یوں ہی بے خاوند رہنا پسند کریں تو تو ہرگز اشارتاً بھی نہ حکم کیجو کہ اپنا نکاح کریں۔ میراں شاہ نے اپنی مرتی ہوئی ماں کو یقین دلایا کہ میں آپکی اس وصیت پر بدل و جان عمل کرونگا اور جہانتک ممکن ہوگا کبھی اس حکم کے خلاف سرتابی کرنیکی مجال نہوگی۔ میراں شاہ اپنی مہربان ماں کو بہت چاہتا تھا اور اس کی بات بات پر جان دیتا تھا۔ اسکے حکم کو حکم قضا سمجھکر عمل کرتا تھا۔

جدید اور تازہ بتازہ کتابیں جو کبھی نظر سے بھی نہ گذری ہونگی

یہ کتابیں ضرور آپکو اپنے کتب خانہ میں رکھنی چاہئیں جو صرف درخواست پر میسو پریس دہلی سے بقیمت طلب روانہ ہوسکتی ہیں۔ کتابوں کے ساتھ ایک بڑی فہرست بھی بلا قیمت روانہ کیجاتی ہے

سوانح عمری ۔ موزتن اکبری یہ وہ سوانح عمری ہے کہ جسکا زمانہ ایک عرصے سے مشتاق تھا جسمیں اکبر کے نو درباریونکی حالات معہ سوانح عمری وزیر اکبر کی چند بیگمات کے حالات قابل دید درج ہوئی ہیں اور ایک صحیح تصویر دربار اکبری نقل عکسی شروع عکسی شروع صفحہ پر لاثانی درج ہے عمار جس کتاب میں عکسی تصویر و کاغذ ولایتی ہے ۳ ہے

سوانح عمری حضرت شیخ سعدی شیرازی ۔ ۸ر

سوانح عمری امیر تیمور یا حمیدہ بانو بیگم ۔ ۴ر

سوانح عمری زیب النسا ۔ ۴ر

سوانح عمری نور جہان بیگم ۴ر

سوانح عمری افلاطون ۔ ۴ر

سوانح عمری ارسطو ۔ ۴ر

سوانح عمری حکیم لقمان ۔ ۴ر

سوانح عمری سیواجی مرہٹہ ۔ ۱ر

سوانح عمری بیربر و ملا دو پیازہ ۴ر

سوانح عمری سکندر اعظم ۔ ۸ر

سوانح عمری سقراط و بقراط ۔ ۴ر

سوانح عمری نوشیروان عادل ۔ ۴ر

سوانح عمری حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح ۸ر

سوانح عمری فریدون فرخ سیر ۔ ۴ر

سوانح عمری بوعلی شاہ قلندر ۔ ۴ر

کتب تواریخ

تحفہ مرغوب المعروف بہ غنچہ عشرت جسمیں امیر تیمور سے لیکر آخری بادشاہ بہادر شاہ دہلی تک کل ۲۵ تصویرات نادر عکسی بادشاہان و نیز بیگمات کی تصویرات قلمی سے فوٹوگراف اتار کر معہ حالات لگائی گئی ہیں جسکی دیکھنی سے انسان کی آنکھوں میں قدرت کا جلوہ برس جاتا ہے۔ قیمت فی جلد مطلا کار ۔ عہ/

تاریخ جلسہ شہنشاہی اس تاریخ میں علاوہ کیفیت دربار قیصری تمام بادشاہان دہلی و نوابان و رؤسا ہند کی تصویرات نقل عکسی معہ مختصر حالات و ایک نقشہ کلاں دربار قیصری کے درج ہیں ۱۲ر

تاریخ گلدستہ اودہ ۔ نوابان اودہ کی معہ تصویرات پوری تاریخ ہے ۔ ۸ر

تاریخ جلسہ قیصری جسمیں تمام نامی گرامی راجگان ہند کی تصویریں کلاں عکسی معہ نقشہ رنگین دربار قیصری کاغذ ولایتی و بنیر پر طبع ہوئی ہے قیمت ۔ عہ/

تاریخ غوری شاہان غوری کی معہ تصویرات قابل دید تاریخ ہے ۔ ۸ر

کتب نادرات و عجائبات زمانہ

الوان نعمت ۔ اس کتاب کے تین حصہ ہیں حصہ اول میں مسلمانوں کے تمام کھانوں کی ترکیبیں ۔ حصہ دوم میں ہندوں کی کل مٹھائی وغیرہ بنانا ۔ اور حصہ سوم میں انگریزوں کی کھانوں کی ترکیبیں درج ہیں قیمت فی حصہ ۱۲ر جلد کامل ۲ر

اکسیر اعظم ہر ایک طرح کی سیکڑوں دھاتوں کی ملمع کی ترکیبیں ۴ر

بے دہواں کا انگریزی ہر قسم کی گیس کا انگریزی ترکیبیں ۱ر

پیسے کا کھیل ہر قسم کی آتشبازی انگریزی و ہندوستانی بنانے میں ۲ر

جادو کی ڈبیہ ۔ جادو و شعبدہ کی بیان میں ۸ر

رسالہ فوٹوگرافی فوٹوگرافی سیکھنے کا آسان طریقہ ۴ر

رسالہ شطرنج نقشہ جات شطرنج اور انکے کھیلنے کے بیان میں ۲ر

قسمت کی کسوٹی ہر قسم کی ترکیبوں کا مجموعہ ہے جس سے انسان گھر بیٹھے روپیہ کما سکتا ہے ۔ ۸ر

قسمت کا آلہ علم قیافہ میں جس سے صورت دیکھکر آدمی کی قسمت کا بتایا جاسکتا ہے ۔ ۴ر

کیمسٹری یعنی گنجینہ فنون و صنعت جسکے اندر قریب ڈھائی سو کی ترکیبیں لکھی گئی ہیں جو صدہا روپیہ خرچ کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوسکتیں مثل لوہے و اسبابات پر چاندی و سونے کا ملمع کرنا ۔ ۲ر

میسو پریس دہلی محلہ چیل میں باہتمام منشی بلاقیداس مالک مطبع کے چھپ کر شائع ہوئی نمبر ۲ سنہ ۱۸۹۸ع مُہر